رُباعیات

قلندر بابا اولیاءؒ

Quatrains

(Four lines Stanza)

By

Qalandar Baba Aulia

Urdu Language

مرشد کریم

حضور خواجہ شمس الدین عظیمی

کے نام

جن کی تعلیمات نے مجھے یہ بتایا

جب انسان یہ جان لیتا ہے کہ

اللہ تعالیٰ کیا چاہتے ہیں

تو پرسکون زندگی اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔

رباعیات "قلندر بابا اولیاءؒ"

دیباچہ (اصل متن "تذکرہ قلندر بابا اولیاء" سے حاصل کردہ)

ختمی مرتبت، سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ نظر، حاملِ علمِ لدنی، پیشوائے سلسلۂ عظیمیہ ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی ذات بابرکات نوعِ انسانی کے لئے علم و عرفان کا ایک ایسا خزانہ ہے کہ جب ہم تفکر کرتے ہیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ کو تخلیقی فارمولوں اور اسرار و رموز کے علم سے منور کیا ہے وہاں علوم و ادب اور شعر و سخن سے بھی بہرہ ور کیا ہے۔ اسی طرح حضور باباجیؒ کے رخِ جمال (ظاہر و باطن) کے دونوں پہلو روشن اور منور ہیں۔

لوح و قلم اور رباعیات جیسی فصیح و بلیغ تحریریں اس بات کا زندہ جاوید ثبوت ہیں کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی ذاتِ گرامی سے شرابِ عرفانی کا ایک ایسا چشمہ پھوٹ نکلا ہے جس سے رہروانِ سلوک نشۂ توحیدی میں مست و بے خود ہونے کے لئے ہمیشہ سرشار ہوتے رہیں گے۔

حضور بابا صاحب نے اپنی رباعیات میں بیشتر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے کہیں بنی نوعِ انسانی کی فطرت اور حقیقی طرزِ فکر کو اجاگر کیا گیا ہے کہیں مٹی کے ذرے کی حقیقت اور فنا و بقا پر روشنی ڈالی ہے۔ کہیں پروردگار کی شان و عظمت کا ذکر ہے کہیں عالمِ ملکوت و جبروت کا تذکرہ ہے۔ کہیں کہکشانی نظام اور سیاروں کا ذکر ہے کہیں فطرتِ آدم کی مستی و قلندری اور گمراہی پر روشنی ڈالی ہے کہیں اس فانی دنیا کی زندگی کو عبرت کا مرقع ٹھہرایا گیا ہے۔ کہیں فرمانِ الٰہی اور فرمانِ رسولؐ پیش کر کے تصوف کے پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ کہیں عارف کے بارے میں فرمایا ہے کہ عارف وہ ہے جو شرابِ معرفت کی لذتوں سے بہرہ ور ہو اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی برضا ہو۔

غرضیکہ رباعیاتِ عظیمیؒ علم و عرفان کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے۔

ذیل میں میکدۂ عظیمیہ سے شرابِ عرفانی کے چند قطرے تشنگانِ شرابِ معرفت کے لئے پیش خدمت ہیں۔ اس طرح دو ہر ایک رباعی کو ساغر سمجھ کر پے در پے نوش فرماتے ہوئے نشۂ توحیدی میں مست و بے خود ہو کر سرورِ عرفانی سے لطف اندوز ہو سکیں گے۔

انتخاب : تذکرہ قلندر بابا اولیاء صفحہ 129 - 128
تصنیف : خواجہ شمس الدین عظیمی

یہ بات علی الاعلان کہی جا سکتی ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کے بعد چودھویں صدی ہجری میں تصوف پھر ایک نئے دور میں داخل ہوا ہے اور اس نئے دور میں تصوف کی راہ پر چلنے والوں کی قیادت حضور قلندر بابا اولیاءؒ کر رہے ہیں۔

چودہ سو سال میں بتدریج نشوونما کے بعد آج تصوف اس دور میں داخل ہو چکا ہے۔ جس دور میں قرآن کے سربستہ رازوں کو کھول کر بیان کرنا آسان ہو گیا ہے۔ کائناتی فارمولوں سے پردے اٹھائے جا رہے ہیں اور کائنات کی تخلیق میں کام کرنے انتظامی امور کو سمجھنے کی صلاحیت ابن آدم کے اندر پیدا ہو گئی۔ گویا آدم کے اندر نیابت اور خلافت کا ذہن متحرک ہو گیا۔ جب آدم دنیاوی خلافت کے ذہن سے کام کرتا ہے تو ایجادات ظہور میں آتی ہیں اور جب آدم اللہ کی نیابت کے ذہن سے کام کرتا ہے تو اس کائناتی فارمولوں اور غیب میں کام کرنے والے عوامل کے اندر کام کرتا ہے۔ انسانی ایجادات کے علوم سائنسی ہیں اور غیب میں ریسرچ سے قوانین فطرت روحانی اور ماورائی علوم سامنے آئے ہیں سائنسی علوم اور روحانی علوم کا منبع (Source) اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور اللہ کے امر کا نزول روح پر ہو رہا ہے۔ انسان اگر قرآن اور آسمانی کتابوں میں غور و فکر کرے تو خود اسے اپنے اندر فطرت کے تمام نظام موجود نظر آئیں گے اور وہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا مظاہرہ دو رخوں میں ہو رہا ہے۔ ایک رخ میں مادی اور ظاہری کائنات ہے اور دوسرے رخ میں باطنی کائنات ہے۔ جو انسان کے قلب میں جاری ہے۔ ظاہر اور باطن دونوں میں دیکھنے والی آنکھ انسان کی آنکھ ہے اور اس آنکھ کی بینائی اللہ کا نور ہے۔ یہ نوری انسان کے ظاہر اور باطن دونوں میں مشاہدات کا واسطہ بنتا ہے۔ "رباعیات قلندر بابا اولیاءؒ" کے مطالعہ سے انسان کے اوپر سے مادیت کا غلبہ ختم ہو جاتا ہے۔

تصوف کے قافلہ سالاروں نے ماضی میں جس طرح نثر اور شاعری سے تصوف کی آبیاری کی ہے۔ ان ہی نقوش قدم پر قائم مرشد کریم حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے رباعیات لکھی ہیں قلندر بابا کی رباعیات نے نسل انسانی کے اندر ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ یہ رباعیات نوع انسانی کے لئے ورثہ ہیں۔ جس کے ذریعے آدم زاد خلافت و نیابت کا فراموش کردہ مقام دوبارہ حاصل کر سکتا ہے۔

دنیائے طلسمات ہے یہ ساری دنیا
کیا کہیے کہ ہے کیا یہ ہماری دنیا
مٹی کا کھلونا ہے ہماری تخلیق
مٹی کا کھلونا ہے یہ ساری دنیا

خواجہ شمس الدین عظیمی
خانوادہ سلسلہ عالیہ عظیمیہ

اب دیکھنا کیا ہے کربلا کے اندر
سب دیکھ لیا جو تھا بقا کے اندر
افلاک سے ہوتی ہیں بلائیں نازل
شاید کوئی دنیا ہو فضا کے اندر

تشریح ! اس رباعی میں حضور قلندر باباؒ نے خیر وشر یا جزا وسزا کی بنیاد پر دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ اول کربلا کی دنیا یعنی بظاہر فنا ہو کر نقش دوام حاصل کرنے والی بقا کی دنیا اور دوسری بظاہر باقی نظر آنے والی مگر ہر آن بلا اور اذیت میں گرفتار فنا کی دنیا۔ کربلا اس عظیم الشان امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ بقا کا راستہ ہمت واستقلال کے ساتھ حق وصداقت کی خاطر عدیم المثال قربانی وایثار کی منزل سے گزر کر ہی ملتا ہے اور جو قوم یا فرد اس منزل سے نہ گزرے اور کم ہمتی اور انجام کے خوف کی بناء پر عیش دوروزہ کو نشاط دوام سمجھنے کی خود فریبی میں مبتلا ہو کر راہ فرار اختیار کرے اسے بقا کا مقام حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ جو قوم کربلا کی آزمائش سے جتنی دور ہے وہ فنا اور تباہی سے اتنی قریب ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ بقا کا راز کربلا کے پس منظر اور مابعد آثار وحوادث پر غور وفکر کرنے ہی سے آشکار ہو سکتا ہے۔ جس نے اس راز کو پالیا اس نے گویا بقا کا راستہ تلاش کر لیا۔

اب رباعی کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد ہے کہ جو معاشرہ ایثار وقربانی کے جذبے سے عاری ہے۔ اور جسے حیات دوام کے رنگین خواب نے جکڑ رکھا ہے ، فنا سے ہر لحظہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ ہماری مادی دنیا میں ہر آن اور ہر ممکن طریقہ سے اس بات کی کوشش جاری ہے کہ کرب وبلا (کربلا) سے نجات حاصل کی جائے۔ گویا دوسرے لفظوں میں نظام قدرت کو تلپٹ کر دیا جائے۔ یہی آسمان سے بلائیں نازل ہونے اور دنیا کے یک لخت مٹ کر فنا ہو جانے کی علامت بلکہ دعوت ہے۔ جب تک موجودہ ذہنی اور علمی کیفیات باقی رہیں گی۔ یا ان کو بصد اصرار باقی رکھنے کا اہتمام کیا جاتا رہے گا۔ اس "بافراغت اور روشن دنیا " کی فضا میں بلا اور فنا کی نظر نہ آنے والی تلوار لٹکتی رہے گی۔

" کیا ان لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہیں یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا اور انہیں آزمائش کی سختیوں سے نہیں گزرنا پڑے گا۔" (آیات قرآنی کا مفہوم)

اے کاسہ گر اک سر بھی ہے تیری املاک
ہشیار کہ اک دن تجھے ہونا ہے ہلاک
یہ کاسہ سر شاہ کی مٹی کا ہے
تو آگ میں ڈالتا ہے جس کو بے باک

تشریح ! دنیا کی بے بضاعتی کا حال بیان کرتے ہوئے قلندر باباؒ فرماتے ہیں !

تمہیں کچھ معلوم بھی ہے کہ کمہار نے مٹی سے جو پیالہ بنا کر آگ میں ڈالا ہے یہ کسی شہنشاہ وقت کی مٹی ہے شہنشاہ اپنی عظمت وجبروت شان اور دبدبہ کے باوجود مر گیا اور مرنے کے بعد قبر کی اندھیری کوٹھری میں ماروائی پروسس کے تحت بادشاہ کا ایک ایک عضو مٹی کے ذرات میں تبدیل ہوگیا۔ کمہار نے اس مٹی کو گوندھ کر پیالہ بنا دیا اور پھر اسے پکانے اور رنگ و روغن سے آراستہ کرنے کے لئے آگ میں ڈال دیا۔

اے انسان ایک روز تو بھی اپنی تمام رعنائیوں اور کبر ونخوت کے سفلی کردار کے ساتھ مرجائے گا تو بھی مٹی بن جائے گا اور کون جانے کہ تیرے سر کے ساتھ کیا عمل ہو۔ وہ شراب کا پیالہ بنتا ہے یا مسجد کی محراب ....

اَب ذکر زمیں و آسماں کیونکر ہو
یہ عمر ہے کیا اس کا بیاں کیونکر ہو
جس لمحہ پہ آسمان زمین ٹکڑے ہوں
وہ لمحہ پیچیدہ عیاں کیونکر ہو

تشریح ! ہم جب ماضی میں کئی ہوئے اعمال اور زندگی کے افعال اور کردار کا تجزیہ کرتے ہیں تو وقت کی طنا
کھنچ جاتی ہیں احساس ٹھہر جاتا ہے اسپیس سمٹ جاتی ہے بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپا۔ محسوس ہوتا ہے کہ کل کی بات ہے
جیتے رہتے ہیں مگر جینا مرنا ہوتا ہے اور ہر مرنا زندگی ہے جینے مرنے کی بھول بھلیوں میں ہمیں یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ عمر کا کتنا حصہ گز
ہے۔ رات دن کا مشاہدہ ہے کہ عمر کا تعین کوئی یقینی امر نہیں ہے۔ کوئی پیدا ہوتے ہی مر جاتا ہے اور موت روٹھ جاتی ہے تو تمنا کر
سے بھی قریب نہیں آتی۔ ہر انسان زمین ، آسمان کا تذکرہ کرتا ہے اپنی عقل و شعور کے مطابق زمین اور آسمان کے بارے
تاثرات بیان کرتا ہے زمین کو اپنے لئے آرام و آسائش اور راحت کا گہوارہ سمجھتا ہے۔ لیکن یہی راحت کا گہوارہ اس کو اپنے ا
سمیٹ کر اس طرح نیست و نابود کر دیتا ہے کہ نشان بھی باقی نہیں رہتا۔ جس طرح آج کا انسان ہر لمحہ ٹوٹ رہا ہے بکھر رہا ہے ا
طرح ایک دن زمین و آسمان بھی ٹوٹ کر بکھر جائیں گے اور یہ ایسا پیچیدہ لمحہ ہے کہ جو کسی طرح عیاں نہیں ہوتا۔ نا قابل تذکرہ چھو
سی عمر میں یہ پیچیدہ لمحہ (قیامت) عیاں نہیں ہوتا لیکن اگر انسان اس عمر کو تلاش کر لے جو عمر وقفوں اور لمحوں کی پابند نہیں
پیچیدہ لمحات اس کے اوپر ظاہر ہو جاتے ہیں۔

اچھی ہے بری ہے دہر فریاد نہ کر
جو کچھ کہ گزر گیا ہے اسے یاد نہ کر
دو چار نفس عمر ملی ہے تجھ کو
دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر

تشریح ! دنیاوی زندگی ایک مختصر عرصہ قیام ہے جس کے دوران انسان کو دو طرفہ جدو جہد کرنی ہے۔ ایک طرف تو اسے دنیاوی معاش کے لئے ہاتھ پیر ہلانے ہیں دوسری طرف عمل ہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنے ربط کی تجدید کرنی ہے۔ عملاً اس بات کا یقین حاصل کرنا ہے کہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ اس کے علاوہ ہر حال میں شکر گزار بندہ بننے کی عادت ڈالنی ہے جبکہ دنیاوی عوامل ہر طرح سے اس کا ذہن اس طرف سے ہٹانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس صورت حال میں اگر وہ چوک گیا اور ماضی کی حسرتوں کے نوحے میں مصروف ہو گیا اور تمناؤں کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ گیا تو مارا جائے گا اور اس کی چار نفس زندگی رائیگاں چلی جائے گی۔

اچھی ہے بری ہے دہر فریاد نہ کر
جو کچھ کہ گزر گیا ہے اسے یاد نہ کر
دو چار نفس عمر ملی ہے تجھ کو
دو چار نفس عمر کو برباد نہ کر

مزید تشریح ! دنیا کی ہر چیز ایک ڈگر پر چل رہی ہے۔ نہ یہاں کوئی چیز اچھی ہے نہ بری ہے۔ ایک بات جو کسی کے لئے خوشی کا باعث ہے، وہی دوسرے کے لئے پریشانی اور اضمحلال کا سبب بن جاتی ہے۔ یہ دنیا معانی اور مفہوم کی دنیا ہے۔ جو جیسے معانی پہنا دیتا ہے اس کے اوپر ویسے اثرات مرتب ہو جاتے ہیں۔ پھر کیوں دنیا کے جھمیلوں میں پڑ کر وقت کو برباد کیا جائے۔ یہ جو دو چار سانس کی زندگی ہے اسے ضائع نہ کر۔ ہر بات کو اللہ تعالیٰ کے طرف سے سمجھ۔ پروردگار عالم فرماتا ہے .... اور وہ لوگ جو راسخ فی العلم ہیں کہتے ہیں کہ ہر چیز ہمارے رب کی طرف سے ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : اپریل 83، نومبر 2003
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 141 - 140

اس بات پہ سب غور کریں گے شاید
آہیں بھی وہ دو چار بھریں گے شاید
ہے ایک ہی بات اس میں پانی ہو کہ مئے
ہم ٹوٹ کے ساغر ہی بنیں گے شاید

تشریح ! پانی اور مئے کوئی الگ الگ چیز نہیں ہے پانی ہو یا شراب دونوں ایک ہی فارمولے کے تحت وجود میں آتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ پانی میں تخلیقی فارمولے براہ راست کام کر رہے ہیں اور شراب براہ راست تخلیقی فارموں میں کچھ ردوبدل کے ساتھ بنتی ہے۔ شراب کے نام پر لوگ جھگڑتے ہیں۔ آخر وہ کیوں ان رموزونکات پر غور نہیں کرتے۔ شراب بھی مٹی ہے ، ساغر بھی مٹی ہے ، ہم خود مٹی ہیں ہم ٹوٹ کر بکھر جائیں گے تو ہماری مٹی سے پھر ساغر بن جائے گا کیوں کہ تخلیق کا عمل جاری و ساری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 88
تذکرہ قلندر بابا : صفحہ 139

اِس کنج خراب میں ہوا پیدا میں
اِس کنج خراب میں ہوا شیدا میں
اِس کنج خراب نے کیا مجھکو خراب
اِس کنج خراب میں ہوا رُسوا میں

تشریح ! پیدا ہوا تو دنیا میرے اوپر فریفتہ و شیفتہ ہوئی ...... میری معصوم مسکراہٹ اور فرشتوں جیسا چہرہ ہر شخص کے لئے باعث کشش بنا ...... میری کلکاریوں نے میرے قریب رہنے والوں کے کانوں میں رس گھول دیا ...... اور جیسے جیسے میرے شفاف اور نورانی ذہن پر لوگوں کے خیالات ،تصورات اور وسوسوں کی چھاپ گہری ہوتی رہی ...... میں جو سب کی خوشیوں کا مرکز تھا ۔ خود خوشی سے دور ہوتا رہا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ میرا شعور خود میرا حریف بن گیا ...... ہر وہ بات جو لاشعور کے لئے سکون اور شادمانی تھی شعور نے اسے رد کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ میں میرے معصوم چہرہ پر پھنکار برسنے لگی میرا ملکوتی حسن گہنا گیا۔ مسرت اور سکون کی جگہ پریشانی اور اضطراب نے لے لی۔ ہر خوشی ، اضطراب کا ایک پیش خیمہ بن گئی اور ہر سکون سامان غم بن گیا ...... ہائے ! اس دنیا نے مجھے اپنے میں الجھا کر خستہ و خراب کر دیا اس گمشدگی نے ایسی ذلت اور رسوائی سے ہمکنار کر دیا جہاں محرومی کے سوا کچھ نہیں ہے یہ کیسا المیہ ہے کہ بچہ خوش خوش آتا ہے وہ اضطراب اور بے چینی کی چکی میں پس پس کر فنا ہو جاتا ہے اور سسک سسک کر فنا ہو جانے کا نام دنیا ترقی اور کامیابی رکھتی ہے۔

اک آن کی دنیا ہے فریبی دنیا
اک آن میں ہے قید یہ ساری دنیا
اک آن ہی عاریت ملی ہے تجھ کو
یہ بھی جو گزر گئی تو گزری دنیا

تشریح ! اس آدم کو دھوکہ دینے والی اور دھوکہ میں رکھنے والی دنیا محض ایک لمحہ ہے۔ یہ ساری دنیا ایک لمحہ کی زندگی میں قید ہے۔ اور اس ایک لمحاتی دنیا کے اصول کے مطابق اس آدم، اس بشر، اس آدمی، اس بندہ کو محض ایک گھڑی مستعار ملی ہے۔ اگر یہ زندگی بیکار محض باتوں میں گزر گئی تو ساری دنیا ہی گزر گئی۔ ہم نہ پیدا ہوئے، نہ جئے، نہ اٹھے، نہ بیٹھے، نہ کچھ کیا، نہ کچھ سمجھا گویا ایسے آئے کہ آئے ہی نہیں تھے۔ اس لئے اے بندے! جب تو اس دنیا میں آیا ہے تو کچھ کر گزر تاکہ قدرت نے تجھے جس مقصد کے لیے پیدا کیا ہے تو اس کو پورا کردے ورنہ پچھتانا ہی پچھتانا مقدر بن جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 134

اک جرعہ مئے ناب ہے کیا پائے گا
اتنی سی کمی سے کیا فرق آئے گا
ساقی مجھے اب مفت پلا کیا معلوم
یہ سانس جو آ گیا ہے پھر آئے گا

تشریح ! پابند زندگی کی حقیقت شراب کے ایک گھونٹ کی ہے۔ مل گیا تو اور نہ بھی ملا تو کیا فرق پڑتا ہے۔ مجھے تو معرفت کی وہ شراب چاہئے جس کا ایک گھونٹ ٹائم اسپیس کی قیدو بند سے آزاد کر دیتا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 135

اک جرعہ مئے ناب ہے ہر دم میرا
اک جرعہ مئے ناب ہے عالم میرا
مستی و قلندری و گمراہی کیا
اک جرعہ مئے ناب ہے محرم میرا

تشریح ! بندہ کہتا ہے کہ میرا ہر سانس خالص شراب کے ایک گھونٹ کی مانند ہے اور زیادہ گہرائی میں سوچوں تو میری ساری دنیا ہی خالص شراب کا ایک گھونٹ نظر آنے لگتی ہے جب میری حد اور حدود ایسی ہوں تو میری مستی و قلندری یا گمراہی کا وجود نا وجود بن جاتا ہے شراب کا یہی ایک گھونٹ میری زندگی میں پنہاں اسرار کو میرے اوپر منکشف کرتا ہے چاہے اسے مستی و قلندری میں گزار لوں اور چاہے تو اسے گمراہی میں ضائع کر دوں۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 133

اک عمر گزر گئی فراقِ دل میں
تنہائی کی دیوار تھی ہر منزل میں
ساقی نے کرم کیا جگہ دی مجھکو
جام و قدح و صراحی کی محفل میں

تشریح ! ذہنی طور پر انسان کا خود کو تنہا اور اکیلا محسوس کرنا کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے یہ تنہائی برداشت کی ہو۔ جو لوگ زیادہ حساس ہوتے ہیں ان کے احساس کی مقدار بدرجہ زیادہ ہوتی ہے۔ ایسے میں اگر انسان کو غم بانٹنے والی شخصیت میسر نہ آئے تو انسان کے لئے بہت بڑا مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان کی نفسیات یہ ہے کہ وہ ایسی ہستی کے زیر سایہ رہنا چاہتا ہے جو اس کے ذہن کو اچھی طرح سمجھ سکے۔ قلندر بابا بھی اس طرح کے تاثرات اس رباعی میں بیان کر رہے ہیں کہ انہوں نے عمر کی ہر منزل میں قلبی طور پر تنہائی محسوس کی ۔ قریب تھا کہ تنہائی کا یہ احساس جان لیوا ثابت ہو جاتا کہ ساقی کائنات (اللہ تعالیٰ) نے انہیں میخانہ معرفت میں عارفین حق کی ہم نشینی مہیا کی۔ اس طرح سے " کند ہم جنس با ہم جنس پرواز " کے مصداق باباصاحبؒ کو اہل دل حضرات کی صحبت میسر آ گئی۔

اک لفظ تھا اک لفظ سے افسانہ ہوا
اک شہر تھا شہر سے ویرانہ ہوا
گردوں نے ہزار عکس ڈالے ہیں عظیم
میں خاک ہوا خاک سے پیمانہ ہوا

تشریح ! اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ کون کرسکتا ہے۔ایک لفظ میں ساری کائنات کو سمو دیا ہے۔اس لفظ میں اربوں کھربوں بلکہ ان گنت عالم بند ہیں۔یہ لفظ جب عکس ریز ہوجاتا ہے تو کہیں عالم ملکوت و جبرت آباد ہوجاتے ہیں اور کہیں کہکشانی نظام اور سیارے مظہر بن جاتے ہیں۔کتنا برحستہ راز ہے یہ کہ لفظ ہر آن اور ہر لمحہ نئی صورت میں جلوہ فگن ہورہا ہے۔اس ایک ہی لفظ کی ضیا پاشیوں کو کبھی ہم بقا کہتے ہیں اور کبھی فنا کا نام دے دیتے ہیں۔اے عظیم ! اس کی عظمت کی کوئی انتہا نہیں کہ اس نے ''کن'' کہہ کر ایک ذرہ بے مقدار پر اپنے عکس ڈال دیئے ہیں کہ میں پیمانہ بن گیا ہوں ایسا پیمانہ جس کے ذریعے دوسرے ذرات (مخلوق) وہ نشہ اور شیفتگی حاصل کرسکتے ہیں جس سے پیمانہ خود سرشار اور وحدت کی شراب میں مست و بے خود ہے۔

روحانی ڈائجسٹ جنوری 80 ، جنوری83 ، مئی 83 ، فروری 84 ، مئی 85 ، ستمبر 2001
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 131 - 130

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ ط

ترجمہ : بہتات کی حرص نے تمہیں غافل کیا یہاں تک کہ تم قبرستان میں جا پہنچے۔

پارہ 30 عم ۔ سورۃ 102 التکاثر ۔ آیت 2-1

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝

ترجمہ : پھر تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں باز پرس کی جائے گی۔

پارہ 30 عم ۔ سورۃ 102 التکاثر ۔ آیت 2-1

انسان کا غرور اقتدار و زر ہے
گر یہ بھی نہیں تو مذہب و منبر ہے
دیکھا جو اسے بعد فنا ہونے کے
معلوم ہوا یہ خاک مٹھی بھر ہے

تشریح ! کتنی عجیب بات ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے ساری زندگی اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے سامان دنیا اپنے گرد اکٹھا کیا ، ان کے مرنے کے بعد لوگوں نے ان کے نام بھی فراموش کر دیئے۔ جہاں تک دولت کے انبار جمع کرنے سے عزت وتوقیر کے حصول کا تعلق ہے ، یہ ایک خود فریبی ہے۔ ایسی خود فریبی جس سے ایک فرد واحد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ فراعین مصر کے محلات ، قارون کے خزانے ہمیں بتا رہے ہیں کہ دولت نے کبھی کسی کے ساتھ وفا نہیں کی۔ آج ترقی یافتہ اقوام اس لئے عذاب میں مبتلا ہیں کہ ترقی کے پیچھے ان کے محدود مفادات ہیں۔ ہر ترقی مال وزر جمع کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ وہ قوم ہے جس نے ذاتی اور مالی منفعت کے لیے خوبصورت دنیا کو بد ہیئت بنا دیا ہے۔ جگمگ کرتے ستاروں کی سہانی راتوں کو دھندلا دیا ہے۔ پر خمار اور سحر انگیز نسیم صبح میں ایٹمی ایندھن کا زہر گھول دیا ہے۔ یہ وہ عروج یافتہ قوم ہے جس نے پھولوں کی مسکراہٹ چھین لی۔ اب پرندوں کی روح پرور چہچہاہٹ ایک نغمہ دلسوز بن کر رہ گئی ہے۔ سائنس اور ٹیکنالوجی نے انسان کو عدم وتحفظ کے عمیق غار میں دھکیل دیا ہے۔ عدم وتحفظ کی حالت میں سسکتی ہوئی انسانیت کے لئے چاندنی کا حسن اور دھوپ کی خوبصورتی ماند پڑ گئی ہے۔ یہ کون نہیں جانتا کہ ایٹمی تجربات ، ڈیزل وپٹرول کے بخارات اور جیٹ طیاروں کے آتشی فضلات نے فضا کو کچھ اس طرح زہر آلود کر دیا ہے کہ انسان کے اندر جانے والا ہر سانس زہرناک بن گیا ہے۔ اور اس زہرناکی نے انسان کو زیروزبر کر دیا ہے۔ اعصاب ٹوٹ گئے ہیں ، ذہن بکھر گیا ہے۔ دل ہے کہ ہر لمحہ ڈوب جانے کو بضد ہے۔ ترقی کے پر فریب پردوں میں سسکتی ہوئی ، تڑپتی اور روتی ہوئی قوم نے عافیت اس میں سمجھی کہ عدم وتحفظ کے خوفناک عفریت سے فرار اختیار کیا جائے ، لیکن اس سے فرار میں بھی انہیں لالچی اور خود غرض جینئیس ذہن نے شکار کی طرح دبوچ لیا اور اس عہد کے ترقی یافتہ انسان نے عدم وتحفظ کے احساس سے فرار حاصل کرنے کے لئے ہیروئن ، ایل ایس ڈی ، راکٹ ، چرس ، مینڈرکس جیسی چیزیں ایجاد کرلیں اور عام آدمی ایک الجھن سے نکلنے کے لئے دوسری ہزاروں الجھنوں میں مبتلا ہو گیا۔ جبکہ مسلمان اس لئے ذلیل وخوار ہے کہ ان کا بھی کوئی عمل کاروباری تقاضوں سے باہر نہیں ہے۔ ان کے نزدیک نیکی سے مراد صرف یہ ہے کہ آدمی نماز روزے سے غافل رہے اور عروج یہ ہے کہ آدم زاد ثواب کی گٹھریاں باندھتا رہے۔ باوجود یہ کہ اربوں ، کھربوں ، سینکڑوں نیکیوں کے انبار ان کے پاس موجود ہیں۔ لیکن وہ روشنی میسر نہیں ہے جو روشنی مسرت وشادمانی بن کر لہو کی طرح خون میں دوڑتی ہے۔ جس بندہ کے پاس نیکیوں کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہوتا ہے ، دیکھا یہ گیا ہے کہ وہی سکون سے اتنا ہی دور ہے ، ایک خشکی ہے جو آکاس بیل کی طرح اس کے وجود کو چمٹ گئی ہے۔ تو حقیقت ہے کہ جس نے بہشت پانی کی طرح انہیں دبوچ رکھا ہے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ بندہ اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ ، اپنی پوری صلاحیتوں کے ساتھ اور اپنی دانائی کے ساتھ فتنوں سے قریب ہونا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہے۔ یاد رکھے کہ ! ہر وہ چیز جو عارضی ہے حقیقت نہیں ہوتی اور جو چیز حقیقی نہیں ہے وہ حق سے قربت حاصل نہیں کر سکتی۔

اہرام فراعین کا مدفن ہیں آج
سیاحوں سے تحسین کا لیتے ہیں خراج
رفتارِ زمین کی ٹھوکریں کھا کھا کر
مل جائے گا کل تک ان کا مٹی میں مزاج

تشریح ! نوع انسانی کی بڑی اکثریت شداد نمرود اور فراعین کی تاریخ سے واقف ہے۔ سوچنا یہ ہے کہ شداد کی جنت اور نمرود کی ایجادات کہاں ہیں ؟ فراعین مصر کے اہرام تو ابھی تک نوحہ کناں ہیں کہ ہمارے خداؤں کی میوزیم میں جگہ جگہ نمک لگا کر تذلیل کی جا رہی ہے۔ بادشاہ نہیں ہوئے بندر کا تماشہ بن گئے۔

سکندر و دارا ، شداد و نمرود ، فراعین اور بڑے بڑے بادشاہ جن کی ہیبت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کے نام سے لرزتے تھے ، وہ جو بڑی بڑی ریاستوں اور مملکتوں کے تاجدار تھے ، عوام سے خراج وصول کرتے تھے ، خود کو آقا اور اللہ کی مخلوق کو غلام سمجھتے تھے معلوم نہیں کہ وہ خود اور ان کے تاج کہاں ہیں .... ؟ ان کو اور ان کی افواج کو جو آندھی طوفان بن کر دنیا کے لئے مصیبت بن گئی تھی مٹی نے نگل لیا۔ یہ بڑے بڑے محلات اور کھنڈرات جو آج اپنی بے بضاعتی پر آنسو بہا رہے ہیں بالآخر ان کا نام و نشان بھی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا۔

آدم کو بنایا ہے لکیروں میں بند
آدم ہے اسی قید کے اندر خورسند
واضح رہے جس دم یہ لکیریں ٹوٹیں
روکے گی نہ اک دم اسے مٹی کی کمند

تشریح ! یہاں ہر چیز لہروں کے دوش پر رواں دواں ہے یہ لہریں (لکیریں) جہاں زندگی کو خوش آرام بناتی ہیں ، مصیبت و ابتلا میں بھی مبتلا کر دیتی ہیں۔ نور کے قلم سے نکلی ہوئی ہر لکیر نور ہے اور نور جب مظہر بنتا ہے تو روشنی بن جاتا ہے۔ روشنی کم ہو جائے تو اندھیرا ہو جاتا ہے۔ آدم نے اسی اندھیری دنیا میں قید ہونے کو سب کچھ سمجھ لیا ہے وہ اس بات پر خوش ہے کہ اس روشنی کے سمندر میں سے چند روشن قطرے مل جائیں۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 86

تذکرہ قلندر بابا : صفحہ 139 - 138

آدم کا کوئی نقش نہیں ہے بیکار
اس خاک کی تخلیق میں جلوے ہیں ہزار
دستہ جو ہے کوزہ کو اٹھانے کے لئے
یہ ساعد سیمیں سے بناتا ہے کمہار

تشریح ! آدم کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ نے رنگا رنگ روشنیاں بھردی ہیں۔ اس خاک کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی صناعی کے ہزاروں جلوے پنہاں ہیں۔ بظاہر یہ تخلیق مٹی (روحانیت کی زبان میں مٹی کا مطلب صرف مٹی نہیں بلکہ یہ ایسا مظہر ہے جس میں تخلیقی فارمولے برسرِ عمل ہیں اور ردوبدل ہو کر مختلف تخلیقات کا روپ اختیار کرتے ہیں) سے مرکب نظر آتی ہیں لیکن اس کے پس پردہ جو روشنیاں اور فارمولے کام کر رہے ہیں وہ احسن تقویم کا مظہر ہیں۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ آدم اپنے آپ سے بے خبر ہے۔ وہ خود کو نہیں جانتا۔ اگر وہ خود کو جان لے، دیکھ لے تو اللہ تعالیٰ کی صفت ربانیت کو پہچاننا بالکل آسان ہے۔ اس لئے کہ اسکی تخلیق صفت ربانیت کا مظہر ہے۔ یہ رباعی حضور اکرم ﷺ کے فرمان من عرف نفسہ فقد عرف ربہ کی تشریح ہے۔

روحانی ڈائجسٹ ۔ فروری 82 ، اپریل 83 ، اکتوبر 2001
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 143

آدم کا کوئی نقش نہیں ہے بیکار
اس خاک کی تخلیق میں جلوے ہیں ہزار
دستہ جو ہے کوزہ کو اٹھانے کے لئے
یہ ساعد سیمیں سے بناتا ہے کمہار

مزید تشریح ! آدم کی تخلیق میں اللہ پاک کی بے شمار صفات اور روشنیاں کام کر رہی ہیں۔ ہر روشنی آدم کے لئے آئینہ ہے۔ اندر باہر نگاہ کے سامنے آنے والا ہر نقش خالق کی صفات و کمالات کا آئینہ دار ہے۔ آدم جلووں اور رنگوں کے ساتھ خالق کائنات کا شاہکار ہے۔ روح جس نے خاکی جسم کو اٹھا رکھا ہے اور ساری عمر اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے پھرتی ہے روح نور ہے!............نور جو لطافت سے خاک میں کسی طرح مطابقت نہیں رکھتا۔ مگر خالقیت کی انوکھی شان ہے کہ لطیف نور نے کثیف مٹی کو اپنے دوش پر اٹھایا ہوا ہے اور نور انرجی میں منتقل ہو کر ہمارے اندر ہر ہر عضو کو فیڈ کر رہا ہے۔

اس فیڈنگ کی کوئی فیس نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بل آتا ہے۔ انسان اتنا ظالم اور بے انصاف ہے کہ مفت میسر آنے والی ہر چیز کی قیمت وصول کر رہا ہے۔

قلندر باباؒ فرماتے ہیں " اپنے اندر کا کھوج لگاؤ۔ دل شکر کے جذبات سے معمور ہو جائے گا۔ پھر کوئی بات تمہیں ناخوش نہیں کرے گی اور یہ دنیا جنت ارضی بن جائے گی۔

آدم کا کوئی نقش نہیں ہے بیکار
اس خاک کی تخلیق میں جلوے ہیں ہزار
دستہ جو ہے کوزہ کو اٹھانے کے لئے
یہ ساعد سیمیں سے بناتا ہے کمہار

مزید تشریح ! مٹی کی ہر صورت ایک جلوہ ہے۔ اس طرح جلووں کی الگ الگ ہزار صورتیں ہیں اور ہر ہر تصویر میں ایک نیا جلوہ ظاہر ہو رہا ہے محبوب کے پُر گوشت خوبصورت پنڈلی کی زندگی میں داخل ہو کر مٹی بنی تو کمہار اس مٹی سے ساغر کا دستہ بنا دیا تا کہ مے خوار و اداس سیمیں بدن کے جلووں سے سرشار ہوتے رہیں۔

بے باده رہوں اور میں واللہ غلط
ساقی کے سوا اور کی ہو چاہ غلط
ہے میکده و محراب پرستش میری
میں میکده چھوڑ دوں یہ افواه غلط

تشریح ! میرے وجود کی بقاء کا انحصار نشہ و سرمستی پر ہے۔ نشہ و سرمستی ہی میری عبادت ہے۔ میری حیات ہے میری مرکزیت ہے۔ یہ ساقی کا کرم ہے کہ اس نے میکدہ میں مجھے جگہ دیدی ہے۔ محروم لوگ کہتے ہیں کہ مے نوش نے میکدہ چھوڑ دیا ہے یہ محض افواہ ہے یہ افواہ انہوں نے اس لئے پھیلائی ہے کہ نشہ و سرمستی سے محروم لوگ مخمور اور بے خود بندوں کی سرمستی سے واقف ہی نہیں۔ لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے کہ خمار اور سرمستی ساقی کے دم سے قائم ہے اور ساقی کی شان ہے کہ وہ اپنے شیدائیوں کے اندر خُم کے خُم انڈیلتا رہتا ہے .... اور جب یہ حال ہو جائے کہ شراب بندہ کی زندگی بن جائے تو شراب کے بغیر وجود ہی بے کار ہے ....

پتھر کا زمانہ بھی ہے پتھر میں اسیر
پتھر میں ہے اس دور کی زندہ تصویر
پتھر کے زمانے میں جو انساں تھا عظیم
وہ بھی تھا ہماری ہی طرح کا دلگیر

تشریح ! انسانی تاریخ کے تمام ادوار بشمول ماضی اور مستقبل لوح محفوظ پر نقش ہیں۔ کائنات کا ہر ذرہ اسی نقش کی تفصیلی تصویر ہے۔ ہر ذرے کے وجود کی گہرائی میں اس نقش کا سراغ ملتا ہے۔ اسی طرح پتھر میں پتھر کے زمانے کی ساری فلم موجود ہے۔ یہ فلم پتھر کے اندر جھانکنے سے نظر آتی ہے۔ اسی ریکارڈ یا فلم کا مشاہدہ کر کے روحانی آدمی ماضی اور مستقبل کے تمام واقعات سے مطلع ہو جاتا ہے۔

آدم کی تخلیق میں جو فارمولے کام کر رہے ہیں وہ ازل سے ایک ہی Pattern یا طرز پر قائم ہیں۔ زمانے کی تبدیلی کے ساتھ ساتھ ان کی مظاہراتی طرزوں میں ضرور تغیر Variation رونما ہوتا ہے۔ لیکن بنیادوں میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ انسانی طبیعت میں تقاضے ، رنج و غضب ، پیار ، رحم ، جنس وغیرہ یکساں ہیں۔ البتہ ہر دور میں ان کی مظاہراتی صورتیں تبدیل ہوتی رہتی ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ فروری 82 - جولائی 2001
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 146 - 145

پتھر کا زمانہ بھی ہے پتھر میں اسیر
پتھر میں ہے اس دور کی زندہ تصویر
پتھر کے زمانے میں جو انساں تھا عظیم
وہ بھی تھا ہماری ہی طرح کا دلگیر

مزید تشریح ! پتھر کا زمانہ ہو یا ارتقائی منازل سے گزر کر سائنسی دور ہو ، وسائل کی کمی ہو یا وسائل کی فراوانی آدم زاد ہر دور میں مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے۔ نہ چاہتے ہوئے بھی غمناک زندگی اسے دیمک کی طرح چاٹتی رہتی ہے۔ وہ زندہ رہنے کی تدبیریں کرتا ہے لیکن ہر ہر قدم زندگی اس سے روٹھی رہتی ہے۔ وہ صحت مند رہنا چاہتا ہے مگر علالت و امراض کا طوفان اسے غرق کرنے پر بضد ہوتا ہے۔ وہ خوش رہنا چاہتا ہے لیکن اسے محسوس ہوتا ہے کہ ناخوشی اور عدم تحفظ اس کا مقدر بن گیا ہے۔

آج کی یہ صورتحال ماضی میں بھی تھی۔ غاروں اور پہاڑوں میں کھدی ہوئی انسانی تصاویر اور زندگی کے کردار اس کے شاہد ہیں۔ قدیم ترین زمانے میں بھی آدم زاد آج ہی کی طرح دل گیر تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم زاد نے اس حقیقت کو تلاش نہیں کیا جس کے اوپر ساری کائنات کی تعمیر کھڑی ہے اور وہ حقیقت ہے ایک ماورا ہستی کی ذات جو رنج و آلام سے ماورائی ہے۔ ماورائی اس نظام سے براہ راست متصل ہو جانے سے انسان رنج و ملال سے آزاد ہو سکتا ہے۔

تا چند و کلیسا و کنشت و محراب
تا چند یہ واعظ کہ جہنم کا عذاب
اے کاش جہاں پہ روشن ہوتی
استاد ازل نے کل جو لکھی تھی کتاب

تشریح ! گرجا گھر، آتشکدہ اور مسجد کا وجود یا ان میں اور ان کے ماننے والوں میں احتلاف اور واعظ کے وعظ میں دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کا عمل آخر کب تک جاری رہے گا۔ اے کاش! ان لوگوں پر قدرت کے وہ راز کھل جاتے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو بتا دیے ہیں۔ ایسے بندے جن کو نہ کوئی حوف ہوتا ہے اور نہ وہ غمگین ہوتے ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80 ، دسمبر 2001
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 136 - 135

تو آج خدارا کل کے بارے میں نہ سوچ
آئے گی اجل ، اجل کے بارے میں نہ سوچ
رشتہ تو ہمارا ہے ازل سے لیکن
پی اور پلا ، ازل کے بارے میں نہ سوچ

تشریح ! یہ کون نہیں جانتا کہ آج نہیں تو کل ہمیں مر جانا ہے۔ زندگی صرف آج کا نام ہے۔ پھر تو کیوں آنے والی کل کے بارے میں پریشان ہے ؟ .... کبھی تو نے سوچا ہے کہ یہ مرنا کیا ہے ؟ .... ہمارا رشتہ قدرت کے ساتھ اسی وقت سے قائم ہے جب سے خود قدرت موجود ہے۔ قدرت نہیں چاہتی کہ ہم اس سے جدا ہوں۔ قدرت ہمیں اس دنیا سے اُس دنیا میں اس لئے الٹ پلٹ کر رہی ہے کہ ہمارا تعلق اس کے ساتھ قائم رہے۔ مرنا جب ہمارا مقدر بن چکا ہے تو پھر معرفت حق کی شراب خود پی اور دوسروں کو بھی پلا کیونکہ نقد سودا ادھار سے اچھا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جون 04

جب تک کہ ہے چاندنی میں ٹھنڈک کی لکیر
جب تک کہ لکیر میں ہے خُم کی تصویر
جب تک کہ شب مہ کا ورق ہے روشن
ساقی نے کیا ہے مجھے ساغر میں اسیر

تشریح ! حضور بابا صاحبؒ چاند کو خُم سے تشبیہ دیتے ہیں۔ جس طرح خُم میں شراب بھری ہوئی ہوتی ہے اسی طرح چاند میں ٹھنڈی اور مسحور کن روپہلی چاندنی دراصل وہ روشنی ہے۔ جس سے زمین کا ذرہ ذرہ نمود و حیات پا رہا ہے۔ جب تک نمود و حیات کا سلسلہ جاری ہے۔ کائنات منور اور روشن ہے اور جب روشنی کا نظام درہم برہم ہو جائیگا تو نہ خُم رہیگا۔ نہ شراب ،نہ چاند رہیگا، نہ چاندنی۔ اگر کوئی چیز باقی رہیگی تو وہ ساقی کی ذات والا صفات ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 145

جب تک کہ ہے چاندنی میں ٹھنڈک کی لکیر
جب تک کہ لکیر میں ہے خُم کی تصویر
جب تک کہ شب مہ کا ورق ہے روشن
ساقی نے کیا ہے مجھے ساغر میں اسیر

مزید تشریح ! چاند کی چاندنی، دنیا کی جگمگ کرتی رونق ہے۔ ازل میں پُر رونق اور گہما گہمی کا جو پروگرام بن گیا ہے دنیا اس پروگرام کے مطابق چل رہی ہے اس رونق میں کشش اور خمار بھی ہے۔ کشش اور خمار اپنی پوری چمک دمک اور تابانی کے ساتھ موجود ہے اور آدم زاد چمک دمک کے اس عارضی خول میں قید ہے۔ آدمی جس کو زندگی کہتا ہے یہ دراصل اس کے اپنے مفروضہ حواس کی ایک جیل ہے۔ اس جیل سے نکلنے اور آزاد ہونے کا ایک ہی راستہ ہے کہ آدم زاد یہ سمجھ لے کہ یہ دنیا ایک بڑا قید خانہ ہے جیسے ہی یہ راز کھل جاتا ہے کہ دنیا قید خانہ ہے وہ سزا کی صعوبتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے اور وہ چکا چوند سے ماورا حقیقی دنیا کا عرفان حاصل کر لیتا ہے۔

جب تک کہ ہے چاندنی میں ٹھنڈک کی لکیر
جب تک کہ لکیر میں ہے خُم کی تصویر
جب تک کہ شب مہ کا ورق ہے روشن
ساقی نے کیا ہے مجھے ساغر میں اسیر

مزید تشریح ! قلندر بابا اولیاؒ نے لوح و قلم میں جہاں تخلیقی فارمولوں کا ذکر کیا ہے وہاں نسمہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ ہر جاندار کے اوپر روشنیوں کا ایک جسم ہوتا ہے اور یہ روشنیوں کا جسم روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوتا ہے۔ جتنے بھی تقاضے پیدا ہوتے ہیں وہ خوشی سے متعلق ہوں یا غم سے ، نفرت سے متعلق ہوں یا محبت سے ، زندہ رہنے سے متعلق ہوں یا موت سے۔ سب کی بنیاد یہی روشنیوں کا جسم ہے۔ یہ روشنیوں کے تانے بانے سے بنا ہوا جسم اپنی جلوہ نمائی کے لیے مٹی کے ذرات سے ایک اضافی جسم بناتا ہے اور جب تک اس اضافی جسم سے لطف اندوز ہونا چاہتا ہے اس سے اپنا رشتہ قائم رکھتا ہے اور جب دل بھر جاتا ہے تو اس کو لباس کی طرح اتار پھینک دیتا ہے۔ یہ سب محض انسان یا حیوانات کے ساتھ نہیں ہو رہا ہے۔ کائنات کی ہر شے اس قانون کی پابند ہے۔ وہ چاند ہو ، سورج ہو ، جنت ہو ، دوزخ ہو یا فرشتے ہوں۔ اس تشریح کے ساتھ رباعی کو دوبارہ پڑھئے :

جب تک کہ ہے چاندنی میں ٹھنڈک کی لکیر — جب تک ہے کہ لکیر میں ہے خم کی تصویر
جب تک کہ شب مہ کا ورق ہے روشن — ساقی نے کیا ہے مجھے ساغر میں اسیر

جس وقت کہ تن جان سے جدا ٹھیرے گا
دو گز ہی زمیں میں تو جا ٹھیرے گا
دو چار ہی روز میں تو ہو گا غائب
آ کر کوئی اور اس جگہ ٹھیرے گا

تشریح ! جب قدرت کے حکم سے اس بدن سے روح کو الگ کر دیا جائے گا تو اس بدن کا ٹھکانا صرف دو گز زمین کا ٹکڑا ہوگا (وہ بھی اسکے لئے جسے میسر آ جائے) اور دو چار دن گزر جانے کے بعد تو دنیا سے بالکل ہی غائب ہو کر رہ جائے گا اور پھر تیری جگہ کسی اور کو دفن کر دیا جائے گا۔ دیکھ لے اے بندے! تیری زندگی ، تیرا وجود ، تیری حقیقت کتنی فانی ہے اس دنیا میں سب کے لئے چل چلاؤ اور ختم نہ ہونے والا ایک سلسلہ قائم ہے۔ فانی دنیا کی یہ زندگی عبرت کا مرقع ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 134 - 133

جو شاہ کئی ملک سے لیتے تھے خراج
معلوم نہیں کہاں ہیں ان کے سر و تاج
البتہ یہ افواہ ہے عالم میں عظیم
اب تک ہیں غبارِ زرد اُن کی اَفواج

تشریح ! سکندر و دارا ، شداد و نمرود ، فرا عین اور بڑے بڑے بادشاہ جن کی ہیبت و بربریت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ان کے نام سے لرزتے تھے وہ جو بڑی بڑی ریاستوں اور مملکتوں کے تاجدار تھے عوام سے خراج وصول کرتے تھے۔ خود کو آقا اور اللہ کی مخلوق کو غلام سمجھتے تھے معلوم نہیں کہ وہ خود اور ان کے تاج کہاں ہیں .... ؟ ان کو اور ان کی افواج کو جو آندھی طوفان بن کر دنیا کے لئے مصیبت بن گئی تھیں مٹی نے نگل لیا۔ یہ بڑے بڑے محلات اور کھنڈرات جو آج اپنی بے بضاعتی پر آنسو بہا رہے ہیں بالآخر ان کا نام و نشان بھی صفحہ ہستی سے مٹ جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : دسمبر 83 ، جنوری 88
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 137 - 136

حق یہ ہے کہ بیخودی خودی سے بہتر
حق یہ ہے کہ موت زندگی سے بہتر
البتہ عدم کے راز ہیں سربستہ
لیکن یہ کمی ہے ہر کمی سے بہتر

تشریح ! ایک پہچان یہ ہے کہ ہم گوشت پوست کے بنے ہوئے ہیں۔اور ساری زندگی گوشت پوست کے جسم کے مادی تقاضوں میں ردوبدل ہوتے رہتے ہیں۔ہر ہر سانس پر اور ہر ہر قدم پر ہماری توانائیاں اس جسمانی نظام کو بنانے اور سنوارنے میں صرف ہوتی ہیں۔اور ہم بھول جاتے ہیں کہ جسمانی نظام خواہ آدمی کا ہو، مکان کا ہو، یا دوسرے وسائل کا ہو ایک دن ختم ہو جاتا ہے۔

قلندر بابا اولیاؒ فرماتے ہیں :

جسمانی ہستی (خودی) کی پہچان کے مقام میں حقیقی وجود کو پہچاننا زیادہ بہتر ہے۔حقیقی وجود ایک راز ہے، جب یہ راز ظاہر ہو جاتا ہے تو عدم میں موجود وجود (خودی) کا سراغ مل جاتا ہے۔یہ راز ظاہر زندگی کا افضل ترین کارنامہ ہے۔قدرت بھی مادی وجود کو عدم پر زیادہ ترجیح دیتی ہے۔حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے **موتو اقبل انت موتو** (مرجاؤ مرنے سے پہلے) یعنی مرنے سے پہلے، مرنے کے بعد کی زندگی دیکھ کر اس سے مانوس ہو جاؤ۔

حق یہ ہے کہ بیخودی خودی سے بہتر
حق یہ ہے کہ موت زندگی سے بہتر
البتہ عدم کے راز ہیں سربستہ
لیکن یہ کمی ہے ہر کمی سے بہتر

مزید تشریح ! دنیا میں ہر وقت اللہ کے ایسے بندے موجود رہتے ہیں جو شہود اور باطنی نعمتوں سے مالا مال ہوتے ہیں۔ جب وہ دنیا میں اکثریت کے طرزِ عمل کا تجزیہ کرتے ہیں تو انہیں یہ دیکھ کر افسوس ہوتا ہے کہ لوگ چندروزہ زندگی کو اصل زندگی سمجھے ہوئے ہیں۔ لیکن جلد ہی اس کی وجہ بھی نظر آ جاتی ہے۔ اور وہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی طرح پکار اٹھتے ہیں:

سچ تو یہ ہے کہ بے خودی خودی سے اور موت زندگی سے اعلیٰ تر ہے لیکن دنیا کے باسیوں پر عدم کا یہ راز روشن نہیں ہے کہ اصل زندگی وہی ہے جو مرنے کے بعد شروع ہوتی ہے۔ اس راز کا پوشیدہ ہونا ہی دنیا میں آدم کی دلچسپی قائم رکھنے کا سبب ہے۔ اگر ہر شخص پر دنیا کی بے ثباتی روشن ہو جائے تو عارضی زندگی اور دنیا سے کون جی لگائے۔ یہ اخفا اللہ تعالیٰ کی حکمت عملی کا زبردست جزو ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ: صفحہ 144

حق یہ ہے کہ بیخودی خودی سے بہتر
حق یہ ہے کہ موت زندگی سے بہتر
البتہ عدم کے راز ہیں سربستہ
لیکن یہ کمی ہے ہر کمی سے بہتر

مزید تشریح ! عرف عام میں جس کو مرنا یا مردہ ہو جانا کہتے ہیں۔ اس کے بارے میں یہ سمجھا جاتا ہے کہ انسان مرنے کے بعد اپنی صلاحیتیں کھو بیٹھتا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے واقعہ یہ ہے کہ انسان کی وہ صلاحیتیں جن کی وجہ سے وہ اشرف المخلوقات ہے موت کی زندگی سے متعارف ہونے کے بعد متحرک ہوتی ہیں۔۔ موت باہر بھیانک لیکن باطن میں اس قدر خوشنما اور حسین ہے اس کے اوپر ہزار جانیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ انسانی زندگی میں موت سے تعارف ہی ایسا عمل ہے جسے حاصل زندگی قرار دیا جاسکتا ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی میں داخل ہو کر انسان زمان و مکان کی قید و بند سے آزاد ہو کر تصور اور خیال کی رفتار سے سفر کرتا ہے۔ اس کو نہ ہوائی جہاز کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اسپیس شپ کی۔ انسانی زندگی کا یہ وصف جس کا نام موت ہے سب کا سب غیب ہے۔ یہ وصف انسان کو زمانی اور مکانی قید سے آزاد کر کے ایسی کیفیات سے روشناس کرتا ہے جہاں انسان کا ارادہ حکم کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر انسان کی خواہش یہ ہے کہ وہ سیب کھائے تو اس کے لئے صرف سیب کھانے کا ارادہ کر لینا ہی سیب کی موجودگی کا باعث بن جاتا ہے۔ عالم قید و بند (دنیا) میں کوئی انسان وسائل کی پابندی کے بغیر سیب نہیں کھا سکتا۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے اس رباعی میں اسی نکتہ کو بیان کیا ہے۔ نوع انسانی کی عادت ہے کہ وہ اکثریت کے تجربات کی روشنی میں فیصلہ کرتی ہے اور جو اکثریت کا فیصلہ ہوتا ہے وہی حق قرار پاتا ہے۔ یہی معاملہ موت اور بے خودی کا بھی ہے اکثریت موت کے عمل اور موت کے تذکرے سے خائف رہتی ہے اور اس کو اپنی خودی یا انا کا خاتمہ تصور کرتی ہے۔ یہی معاملہ خودی اور بے خودی کا ہے لیکن وہ لوگ جو اس زندگی میں رہتے ہوئے موت کے بعد کی زندگی میں سفر کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ زندگی آزاد اور خوشی سے معمور ہے۔ اگر مرنے سے پہلے موت کے بعد کی زندگی روشن ہو جائے تو کوئی شخص اس دنیا میں رہنا پسند نہیں کرے گا اور اس مادی دنیا پر ویرانی چھا جائے گی۔ اس لئے نوع انسانی موت کے بعد کی دنیا سے واقف ہونا نہیں چاہتی۔ اس ناواقفیت کو ایک خامی یا کمی کے باوجود ایسی کمی نہیں کہا جاسکتا جو زندگی میں بہت بڑی کمی ہے۔

دنیا میں پریشان بہت دیکھے ہیں
اجڑے ہوئے ویران بہت دیکھے ہیں
منہ دیکھ کے رہ جاتے ہیں اپنوں کا عظیم
اس طرح کے حیران بہت دیکھے ہیں

تشریح ! حضرت قلندر بابا اولیاؒ مندرجہ بالا رباعی میں مادی زندگی کے حالات و واقعات سے عبرت کے حصول کی ہدایت کر رہے ہیں۔ دنیاوی پریشانیاں اور رکاوٹیں دراصل دنیا سے غیر ضروری قلبی وابستگی کی وجہ سے ہیں اگر انسان دنیا کے لوگوں سے غیر ضروری توقعات وابستہ نہ کرے تو اسے اتنی زیادہ پریشانی اٹھانا نہ پڑے ہوتا یہی ہے کہ انسان اپنے عزیز و اقارب اور قرب و جوار میں موجود دوسرے لوگوں سے بہت سی توقعات وابستہ کر لیتا ہے اور جب یہ توقعات پوری نہیں ہوتیں تو انسان حیرت زدہ ہو کر رہ جاتا ہے۔ حالانکہ اسے چاہئے کہ انسانوں سے توقعات وابستہ کرنے کے بجائے خدا سے توقعات وابستہ کرے۔ خدا وہ قادر مطلق ہستی ہے کہ اس کی ذات سے اگر روزانہ ایک لاکھ خواہشات بھی وابستہ کی جائیں تو وہ پوری کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ وہ خود ہر خواہش سے بے نیاز ہے اور ہر ضرورت سے لااحتیاج ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : دسمبر 85 ، مئی 2004، نومبر 2004

دنیا وہ نگر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں
انسان وہ گھر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں
وہ وقت کہ سب جس کو اہم کہتے ہیں
وہ وقت صفر ہے کہ جہاں کچھ بھی نہیں

تشریح ! دورِ حاضر کے عظیم روحانی بزرگ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی یہ رباعی معرفت روح کی تشریح و تعبیر سے متعلق ہے دورِ جدید کے سائنسدان اور دانشور جانتے ہیں کہ آج تک انسان ، حیات و کائنات اور وقت جیسے انتہائی اہم عوامل کی صحیح تشریح نہیں ہو سکی ہے۔ حضرتؒ نے اس رباعی میں اسی طرف توجہ دلائی ہے کہ خارجی چیزوں جسم ، مادہ ، عناصر کے بجائے دورِ حاضر کے مفکروں اور دانشوروں کو پہلے یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان بذاتِ خود کیا ہے۔ آج کل کے انسان کی مثال ایک ایسے شخص کی سی ہے جس کے گھر کے اندر تو خزانہ دفن ہے لیکن وہ گدائی کا کشکول ہاتھ میں لے کر بھیک مانگتے ہوئے در در کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے۔ حالانکہ اس کے اپنے گھر (روح) میں معرفت کا خزانہ دفن ہے۔ اگر وہ اپنے بارے میں فکر کرے اور اس خزانہ کو کھود کر نکالنے کی فکر کرے تو اس کے تمام سائنسی اور معاشرتی مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اگر وہ دنیا کے بارے میں اور اپنے بارے میں یہ جان لے کہ انسان اور وقت اور تمام بنیادی سائنسی عوامل روح کے بغیر صفر ہیں تو وہ معرفت کی شاہراہ کے دروازے پر جا کھڑا ہوگا۔ اور اس سفر کے خاتمے پر وہ روحانی مفکر کی طرح کہہ سکے گا کہ

"مرا گنج است اندر دل گدائی خوش نمی آید" (میرے دل میں معرفت کا خزانہ ہے مجھے بھیک مانگنا اچھا نہیں لگتا) ......

دنیائے طلسمات ہے ساری دنیا
کیا کہئے کہ ہے کیا یہ ہماری دنیا
مٹی کا کھلونا ہے ہماری تخلیق
مٹی کا کھلونا ہے ساری دنیا

تشریح ! یہ بھری پری دنیا ایک قسم کا طلسم کدہ ہے اس میں ایسا جادو موجود ہے کہ اس کو سمجھنا تولہ ماشہ تولنے والی عقل کے بس کی بات نہیں۔ غور کیا جائے تو ساری دنیا مٹی کا ایک کھلونا ہے جس کا مقدر بالآخر ٹوٹ کر بکھر جانا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 135

ذرات جبینِ زرفشاں بنتے ہیں
ذرات ہی روئے مہ وشاں بنتے ہیں
ذرات ہی باعث ہیں کفِ سیمیں کا
ذرات ہی پائے گل فشاں بنتے ہیں

تشریح ! ہڈیوں کا ایک پنجرہ ہے جس کے اوپر گوشت کی تہیں جمی ہوئی ہیں۔ گوشت کی ان تہوں کو اعصاب نے کسا ہوا ہے۔ اعصاب کو مضبوط اور مستحکم کرنے اور ان کی بدصورتی کو خوبصورتی میں بدلنے کے لئے اس پورے انسانی پنجرہ پر کھال کا غلاف چڑھا ہوا ہے۔ کھال کے اوپر نقش و نگار ہیں۔ جب یہ تصویر پوری ہوتی ہے اور رعنائی کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو ہم اسے دلہن بناتے ہیں۔ ماتھے پر جھومر سجاتے ہیں سنہرے زیورات اور جواہرات سے چہرے کو مزین کرتے ہیں۔ خوبصورت ہاتھوں کو اور زیادہ دلکش بنانے کے لئے ہیرے کی انگوٹھیاں پہناتے ہیں چاندی کی چاندنی میں ڈھلی ہوئی کلائیوں میں چوڑیاں ڈالتے ہیں مانگ میں افشاں بھرتے ہیں اور جب ہم اس بنی سنوری دلہن کے انگ انگ میں جھومتی ہوئی جوانی اور شراب سے بھرے ہوئے سراپا کا تجزیہ کرتے ہیں تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ جس پیشانی کو زیورات سے سجایا ہے وہ مٹی کے ذرات ہیں۔ حسین و دلکش چہرہ بھی مٹی کے ذرات سے بنا ہے۔ خوبصورت ہاتھ اور مخروطی انگلیوں میں بھی مٹی کے ذرات کام کر رہے ہیں لب لعل جن کے کھلنے پر پھول بکھر جاتے ہیں۔ وہ بھی مٹی کے ذرات ہیں۔ سب کے ذرات بھی مٹی سے بنے ہوئے ہیں ایسے ذرات جو مٹی میں تبدیل ہو کر پھر مٹی بن جاتے ہیں۔

ساقی ترے قدموں میں گزرنی ہے عمر
پینے کے سوا کیا مجھے کرنی ہے عمر
پانی کی طرح آج پلا دے بادہ
پانی کی طرح کل تو بکھرنی ہے عمر

تشریح ! حضور قلندر بابا اولیاء اس رباعی میں فرماتے ہیں کہ عارفوں کے نزدیک زندگی کا مقصد صرف شراب معرفت کی لذتوں سے بہرہ ور ہونا ہے یا ساقی حقیقی (خالق کائنات) کی مشیت پر عمل درآمد کرنا ہے۔ اس کا اللہ تعالیٰ سے یہی مطالبہ ہے کہ اسے معرفت کا اعلیٰ درجہ عطا فرمایا جائے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت پر راضی برضا رہنے اور عملدرآمد کرنے کی توفیق عطا فرمائی جائے۔ زندگی کے محدود عرصے میں اگر اس مقصد کی تکمیل نہ ہو سکی تو سب کچھ رائیگاں جائے گا۔ اور زندگی جو لمحہ بہ لمحہ ترتیب سے وقوع پذیر ہو رہی ہے پانی کی طرح بکھر جائے گی۔ اور اسے کسی طرح سمیٹا نہ جا سکے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82 ، اپریل 83 ، جنوری 002
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 143 - 142

ساقی ترے قدموں میں گزرنی ہے عمر
پینے کے سوا کیا مجھے کرنی ہے عمر
پانی کی طرح آج پلا دے بادہ
پانی کی طرح کل تو بکھرنی ہے عمر

مزید تشریح ! اے میرے محبوب! شراب معرفت سے سرشار کرنے والے میرے ساقی! میری زندگی تیرے اوپر نثار ہے۔ خود کو تیری دید کے علاوہ کسی اور مصرف میں لانا ہی نہیں چاہتا۔ اے میرے محبوب، اپنے عرفان کی شراب میرے اُوپر اتنی عام کردے کہ میں جتنی چاہوں پی لوں۔ جتنی مجھے طلب ہے تو مجھے اس سے بھی زیادہ عطا کردے۔ اے میرے محبوب ساقی، میری سانسیں جب پوری ہو جائیں گی۔ تو میرے جسم کا پیالہ بھی پانی کا ایک ایک قطرہ بن کر فضا میں تحلیل ہو جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : اکتوبر 84

ساقی تیرے میکدے میں اتنی بیداد
روزوں میں ہوا سارا مہینہ برباد
اس باب میں ہے پیر مغاں کا ارشاد
گر بادہ نہ ہاتھ آئے تو آتی ہے باد

تشریح ! اے خدا ! تیرے میکدے میں یہ کیسی بیداد ہے کہ سارے مہینے روزے رکھنے کے بعد بھی ہمیں معرفت کی شراب نہیں ملی جبکہ خود تیرا فرمان ہے کہ روزے کی جزا میں خود ہوں۔ جب اس مہینے میں بھی تیرا دیدار نصیب نہیں ہوا تو سارے سال مصیبتوں کی آندھیاں میرا مقدر بن جائیں گی۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 88 ، نومبر 01
تذکرہ قلندر بابا : صفحہ 139

ساقی ترا مخمور پئے گا سو بار
گردش میں ہے ساغر تو رہے گا سو بار
سو بار جو ٹوٹے تو مجھے کیا غم ہے
ساغر مری مٹی سے بنے گا سو بار

تشریح ! درج بالا رباعی بھی باباجی کی دیگر رباعیات سے مماثلت رکھتی ہے اس لئے کہ اس میں بھی بے ثباتی دنیا کا تذکرہ ہے میخانہ کو دنیا کے لئے بطور علامت استعمال کیا گیا ہے۔ مے نوشی اور ساغر کا گردش میں رہنا وظائف دنیا ہیں۔ باباصاحب فرماتے ہیں کہ دنیاوی وظیفہ جس شکل میں ہے اسی طرح جاری رہے گا۔ نئے نئے انسان آ آ کر اس مشغلے میں شامل ہوتے جائیں گے۔ اس میلے میں کسی کو کسی کی کمی کا احساس نہیں ہوگا۔ نہ کوئی کسی کی عدم موجودگی کو محسوس کر کے رنجیدہ ہوگا۔ بس ہر انسان وقت کی رفتار کے ساتھ گردش کرتا رہے گا۔ چھوٹے موٹے تغیرات اس روٹین (Routine) پر اثر انداز نہیں ہوں گے۔ لیکن یہی چھوٹے چھوٹے تغیرات انسان کو کسی بہت بڑے تغیر کی آمد کا پتہ دیتے ہیں اور انسان کو دعوت فکر دے رہے ہیں کہ وہ لوگ جو تھوڑی دیر پہلے کاروبار دنیا میں ان کے شریک تھے کہاں چلے گئے ؟ جاننا چاہئے کہ وہ مٹی میں مل کر مٹی ہو چکے ہیں اور اسی مٹی کے پیالے اب دنیا میں موجود لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ : نومبر 83 ، جون 85

ساقی کا کرم ہے میں کہاں کا مے نوش
مجھ ایسے ہزار ہا کھڑے ہیں خاموش
مے خوار عظیم برخیا حاضر ہے
افلاک سے آ رہی ہے آوازِ سروش

تشریح ! حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس رباعی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ اس نے مجھے خصوصی علم (علم لدنی) عطا فرما کر ہزاروں لاکھوں سے ممتاز کر دیا اور میرے اندر شراب معرفت کے خُم کے خُم انڈیل دیئے ہیں۔ آوازِ سروش یا صوتِ سرمدی نے مجھے مظاہراتی دنیا اور قید و بند کی زندگی سے آزاد کر دیا ہے۔ میری سماعت طول موج (Wave Length) کے تانے بانے سے ماوراء اور بہت ماوراء ہے۔ آسمانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے میں کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتا ہوں اور ماورائی آوازوں سے میری سماعت لطف اندوز ہوتی ہے اور یہ ساری نعمتیں مجھے ساقی کے کرم سے ملی ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنے نانا کی منقبت میں اس بات کو اس طرح کہا ہے ع

یہ آپ ہی کا تو نواسہ ہے ، دریا پی کر جو پیاسا ہے
جلووں کا سمندر دیدیجئے اے بادہ حق اے جوئے علیؓ

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 148

ساقی کا کرم ہے میں کہاں کا مے نوش
مجھ ایسے ہزار ہا کھڑے ہیں خاموش
مے خوار عظیم برخیا حاضر ہے
افلاک سے آ رہی ہے آوازِ سروش

مزید تشریح ! حضور بابا صاحبؒ فرماتے ہیں ———

میں جو معیت کی شراب یعنی عرفان ذات میں مست و بے خود رہتا ہوں یہ سب میرے ساقی کا کرم ہے۔ ورنہ قدرت کے اس کارخانے میں میرے جیسے ہزاروں ہیں جو انتظار کی طویل قطار میں خاموش کھڑے ہیں۔

آسمانوں میں فرشتے پکار پکار کہہ رہے ہیں ———

سعید روح "عظیم برخیا" حاضر ہے ! ———

آسمانوں اور عرش کے مکینوں ! ——— آؤ جلوہ دیدار کریں ! ——— یہ سعید روح تجلی الٰہی کا پرتو ہے ! ——— اللہ کے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تمثل ہے ! ——— ابدال حق ہے ! ——— فرشتوں کا مسجود اور ملاءِ اعلیٰ کا محبوب ہے ! ———

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد عالی مقام ہے۔ روزِ ازل میں سعید اور شقی روحیں بتادی گئی ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس رباعی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہے کہ اسنے مجھے خصوصی علم **(علم لدنی)** عطا فرما کر ہزاروں لاکھوں سے ممتاز کر دیا اور میرے اندر شراب معرفت کے خم کے خم انڈیل دیئے ہیں۔ آوازِ سروش یا صوت سرمدی نے مجھے مظاہراتی دنیا اور قید و بند کی زندگی سے آزاد کر دیا ہے۔ میری سماعت طول موج Wave Length کے تانے بانے سے ماوراء اور بہت ماوراء ہے۔ آسمانوں میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ میں کھلی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کرتا ہوں اور ماورائی آوازوں سے میری سماعت لطف اندوز ہوتی ہے اور یہ ساری نعمتیں مجھے ساقی کے کرم سے ملی ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنے نانا کی منقبت میں اسی کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

یہ آپ ہی کا نواسہ ہے دریا پی کے جو پیاسا ہے
جلوؤں کا سمندر دے دیجئے اے ہادیٔ حق اے جوئے علیؓ

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ
وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ؗ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ
وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِیَدِكَ الْخَیْرُ ؕ اِنَّكَ عَلٰی
كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

ترجمہ : (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ! یوں) کہا کرو کہ اے میرے اللہ ، ملک کے مالک !
تو جسے چاہے ملک دے اور جس سے چاہے ملک چھین لے اور جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے
ذلت دے۔ تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے۔ بے شک تو ہر شے پر قادر ہے۔

پارہ 3 تلک الرسل سورۃ 3 آل عمران ۔ آیت 26

بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ م بَعْدُ ؕ

ترجمہ : تمام کام اللہ ہی کے قبضے میں ہیں۔

پارہ 21 اتل ما اوحی ۔ سورۃ 13 الروم ۔ آیت 4

عنوان مشیت کہیں ٹل سکتا ہے ؟
تو لوح کی تحریر بدل سکتا ہے ؟
استاد قلم نے لکھ دیا جو لکھا
کیا اس کے خلاف بھی کوئی چل سکتا ہے

تشریح ! رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی مقام ہے قلم لکھ کر خشک ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لوح محفوظ میں ہر چیز لکھ دی گئی ہے۔ اے انسان تو اپنی زندگی پر غور کر اگر تجھ سے پوچھا جاتا کہ تجھے کہاں پیدا کیا جائے؟ ——— تو یہی چاہتا کہ تو کسی بادشاہ کا ولی عہد بنے۔ لیکن ایسا نہیں ہے۔ پیدائش کا معاملہ در دست اللہ احکم الحاکمین کا اپنا فیصلہ ہے جہاں اللہ چاہتا ہے انسان وہیں پیدا ہوتا ہے۔ غریب کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ اللہ چاہے تو بادشاہ بن جاتا ہے اور بادشاہ کے گھر میں پیدا ہونے والا بچہ بھکاری بن جاتا ہے۔ یہ جو ذات برادریاں غرور و تکبر سے معمور لوگوں نے بنالی ہیں۔ اس کا تعلق پیدائش سے نہیں ہے جب اللہ کی طرف سے کسی سائل کو وسائل مل جاتے ہیں تو وہ کبر و نخوت کا پیکر بن جاتے ہیں۔ جب وسائل روٹھ جاتے ہیں تو انسان زمین پر ایڑیاں رگڑنے لگتا ہے۔ کبر و نخوت کے بڑے بڑے بت زمین بوس ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور ہم نے جو قبیلے بنائے ہیں وہ اس لئے بنائے ہیں تاکہ تم ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرو اور اللہ کے نزدیک وہی لوگ صاحب عزت ہیں جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہے۔ متقی کی تعریف اللہ تعالیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ متقی لوگ غیب کا مشاہدہ کرتے ہیں یعنی غیب کو دیکھتے ہیں۔ متقی لوگ وہ ہیں جن کا اللہ کے ساتھ رابطہ قائم ہوتا ہے جب وہ رکوع کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہم اللہ کے سامنے جھکے ہوئے ہیں جب وہ سجدہ کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ ہم اللہ احکم الحاکمین کو سجدہ کر رہے ہیں وہ اپنے مال میں سے خرچ کرتے ہیں انہیں اس بات کا یقین ہوتا ہے ہم جو کچھ خرچ کر رہے ہیں وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اس دنیا میں کوئی شئے ہماری ملکیت نہیں ہے۔ وہ اللہ کی نشانیوں پر غور کرتے ہیں یقین ان کی راہنمائی کرتا ہے کہ زمین جس پر ہم چلتے پھرتے ہیں وہ ہماری ملکیت نہیں ہے۔ ملکیت اللہ کی ہے ہم خرید و فروخت میں لگے ہوتے ہیں۔ جس پانی سے زمین سیراب ہوتی ہے اور جو پانی رس دار پھل بن جاتا ہے اور جو پانی پھول بن جاتا ہے اور جو پانی پھول میں مہک بھر دیتا ہے اور جو پانی ہماری زندگی میں نشوونما کا باعث بنتا ہے اس کی تخلیق میں ہمارا کوئی عمل دخل نہیں ہے یہ ہمارے اوپر اللہ کا انعام ہے جو اللہ نے ہمیں مفت فراہم کیا ہے۔

عنوان مشیت یہ ہے کہ جو اللہ تعالیٰ نے بنا دیا بن گیا۔ جو اللہ تعالیٰ نے چاہا وہ ہو گیا اللہ جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلت دے اللہ جس کو چاہے ملک دے جس سے چاہے ملک چھین لے۔ اللہ کے قانون کے نزدیک بڑائی صرف اسے زیب دیتی ہے جو اللہ کے احکامات کے تحت دیئے ہوئے اختیارات کو صحیح طریقے پر استعمال کرتا ہے۔ لوح محفوظ میں یہ قانون لکھ دیا گیا ہے کہ عمل خیر کا ایک ذرہ ضائع نہیں ہوگا۔ اس کا اجر دیا جائے گا۔ اور عمل شر کا ایک ذرہ ضائع نہیں ہوگا اسکی سزا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ لکھ دیا ہے اسے کوئی نہیں بدل سکتا۔ لیکن اللہ قادر مطلق ہے وہ اپنے مقرب بندوں کی دعائیں سنتے ہیں اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ انسان کے لئے بڑی بڑی تبدیلیاں کر دیتے ہیں۔

کل روز ازل یہی تھی مری تقدیر
ممکن ہو تو پڑھ آج جبیں کی تحریر
معذور سمجھ واعظِ ناداں مجھ کو
ہیں بادہ و جام سب مشیت کی لکیر

تشریح ! اے واعظ ! میں جس آقا کا غلام ہوں ، ان کا ارشاد ہے ——— قلم لکھ کر خشک ہو گیا۔ آج میری پیشانی پر زندگی کی جو فلم رقصاں ہے وہ میری پیدائش سے پہلے ہی ازل میں بن گئی تھی اور یہی میری تقدیر ہے۔ اے واعظ ! تیرے وعظ و نصیحت کا میرے اوپر کیا اثر ہو گا تو خود ازل کی لکھی ہوئی تحریر ہے۔ یہ سب بادہ و جام کی باتیں بھی ازل میں ہی لکھی جا چکی ہیں۔ یہ شراب (زندگی) اور یہ جام (خاکی لباس سے مزین یہ بدن) قدرت کی ایسی لکیر ہے جسے کوئی بھی نہیں بدل سکتا۔ اے واعظ ! یہ سعادت ازلی سعادت مندوں کو میسر آتی ہے۔ ازلی شقی اس کے قرب سے بھی محروم رہتے ہیں۔ بالآخر ایک وقت آئے گا کہ یہ لکیریں (لہریں) منتشر ہو جائیں گی۔ Gravity کا دائرہ کار ختم ہو جائے گا اور آدمی کا جسم تحلیل ہو جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : اپریل 83، دسمبر 83 ، اگست 2003
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 142

کل روز ازل یہی تھی مری تقدیر
ممکن ہو تو پڑھ آج جبیں کی تحریر
معذور سمجھ وَاعظِ نادان مجھ کو
ہیں بادہ و جام سب مشیت کی لکیر

مزید تشریح ! اپنی بعض رباعیات میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے بڑے گہرے روحانی قوانین بیان کئے ہیں۔
مندرجہ بالا رباعی کی تمثیلی زبان میں وہ فرماتے ہیں کہ روز ازل میں لوح محفوظ پر تمام مخلوقات کی تقدیر کا خاکہ تیار کر لیا گیا تھا۔ اسی کا عکس انسان کے ذہن پر پڑتا ہے اور یہی عکس انسان کے ماتھے کی لکیروں میں نمایاں ہو جاتا ہے۔ اسی عکس کی بدولت انسان زندگی میں اس رستے کی جانب متوجہ ہو جاتا ہے جس پر اسے چلنا ہوتا ہے۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند
میل آن اندر دلش انداختند

اور یہ بہت سارے راستے اکثر آپس میں متصادم ہو جاتے ہیں اور ظاہر میں لوگوں کو شک میں مبتلا کر دیتے ہیں۔
لیکن ایک روحانی انسان جو قانون ازل سے آشنا ہوتا ہے اسے اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے سمجھتا ہے اور اس مشاہدہ سے اس کا ایمان اور بھی مستحکم ہو جاتا ہے کیوں کہ یہ مشاہدہ ازل کے ریکارڈ کی تصدیق کر دیتا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ نومبر 83 ، جون 85

مزید تشریح ! "کل روز ازل یہی تھی مری تقدیر"

حضور قلندر بابا کی رباعیات میں دو موضوع خاص طور پر نمایاں ہیں ـــــــ اول تخلیق آدم میں مٹی کی نشوونمائی اور دوسرے بادہ و ساغر کا تذکرہ۔ کہیں کہیں یہ دونوں موضوع کچھ اس طرح گھل مل جاتے ہیں کہ گویا ایک دوسرے کا تتمہ اور لازمی نتیجہ ہیں۔ زیر نظر رباعی میں بادہ و جام کا ذکر ایک منفرد طرز فکر میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک اچھوتا اور نہایت دلنشین انداز بیان ہے۔ فرماتے ہیں کہ روز ازل جب خالق کائنات نے ہر مخلوق کی تقدیر رقم کی اور ساتھ ہی اپنی خالقیت اور ربوبیت کا اقرار لینے کے لئے ان سب کو ایک مرکز پر جمع کیا تو ہر ایک نے اس حقیقت کی گواہی دی۔ ساری مخلوق گویا اس اقرار شہادت کے بعد ذہنی طور پر فارغ ہوگئی کہ روز حساب تو دور ہے مگر "پردہ الست" سے اٹھنے والی تجلی شاعر (حضور قلندر باباؒ) کے قلب و نظر کو برما گئی۔

چشم ساقی سے نگہ اٹھی کہ اک موج شراب
خاکِ دل کا ذرہ ذرہ جام و مینا ہو گیا

روز ازل اسی تجلی کی عکس اندازی تھی کہ آج تک شاعر مئے الست سے سرشار ہے۔ اسی کا نام مظاہراتی دنیا میں شغل بادہ و جام ہے۔ یہی رند خرابات کی تقدیر ہے اور اسی شراب معرفت کے نور سے شاعر کی جبین حیات روشن ہے۔ فی الحقیقت حضور قلندر بابا کی حیات مبارک اسی تجلی ازل سے منور و معمور تھی جس کو آپ نے شاعرانہ طرز فکر میں لطیف اور اثر انگیز طریقہ پر پیش کیا ہے۔ مگر یہ تمام امور و حقائق ظاہر بین نگاہوں سے پوشیدہ ہیں۔ جن میں واعظ ناداں پیش پیش ہے۔ اسے کیا خبر کہ بادہ جام کے خطوط میں مشیت کی کون سی تحریر پوشیدہ ہے۔ حافظؔ شیرازی نے اسی حقیقت کو "شیخ پاک دامن" کے سامنے معذرت خواہانہ انداز میں پیش کیا ہے۔

حافظؔ نخود پوشید ایں خرقۂ مے آلود
اے شیخ پاک دامن معذور دار مارا

حافظ نے یہ شراب میں ڈوبا خرقہ از خود نہیں پہن لیا ہے (یہ تو مشیت کا اشارہ ہے) اے شیخ پاک دامن مجھے معذور سمجھ۔ مگر حضور قلندر باباؒ کے ہاں اس فعل بادہ و جام میں والہانہ انبساط ہے۔ اس کو مشیت کا اشارہ یقین کر کے ایک شان بے نیازی اور جذبہ امتنان بھی ہے۔

کل عمر گزر گئی زمیں پر ناشاد
افلاک نے ہر سانس کیا ہے برباد
شاید کہ وہاں خوشی میسر ہو عظیمؔ
ہے زیرِ زمیں بھی اک دنیا آباد

تشریح ! ہماری اس رنگ و بُو کی دنیا کی طرح ایک اور دنیا بھی ہے جو مرنے کے بعد ہمارے اوپر روشن ہوتی ہے۔ ہم کتنے بدنصیب ہیں کہ ہم نے کبھی اس نادیدہ دنیا کی طرف سفر نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "مرجاؤ مرنے سے پہلے" پر عمل کرکے اگر ہم اس دنیا سے روشناسی حاصل کرلیں تو اس بات کی توقع کی جا سکتی ہے کہ ناشاد و نامراد زندگی کو مسرت و شادمانی میسر آجائے۔

روحانی ڈائجسٹ : دسمبر 83، جنوری 88

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ م بِاللّٰهِ فَقَدِ

اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ج

ترجمہ : تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے ایسی مضبوط رسی پکڑی جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں۔

پارہ 3 سیقول، سورۃ 2 البقرۃ، آیت 256

کہتا ہے مجھے ایک زمانہ کافر
سچائی کا انجام ہوا یہ آخر
میں ایک کو دو نہ کہوں گا زنہار
گو سارے زمانے کو ہو بار خاطر

تشریح ! اس رباعی میں منصور حلاج کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جس نے " انا الحق " کا نعرہ لگا کر خدا کی وحدانیت کا اور اپنی ذات کو خالق حقیقی کی ذات میں فنا کر دینے کا اعلان کیا۔ ایک یا وحدت سے ماورا دوئی کا تصور دو علیحدہ ہستیوں کی علامت ہے جن میں مغائرت اور بیگانگی حد فاصل ہے۔ ایک کو دو کہنے سے انکار بصیرت آگاہی اور معرفت الٰہی کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچنے کی دلیل ہے۔ مشہور زمانہ شعر

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے ظاہر ہے کہ جب تک بندہ اپنے آپ کو اپنے خالق کی ذات میں فنا نہ کر دے، بندہ اور خالق کے درمیان دو علیحدہ ہستی کا تصور باقی رہتا ہے۔ جب منصور نے انا الحق کا نعرہ لگایا تو وہ الوہیت میں ڈوب کر یعنی اپنی ذات کو مٹا کر اور خالق کائنات کی بقا سے متصل ہو کر اسی مقام پر فائز تھا جہاں حدیث قدسی کے مطابق اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندہ کا ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھ بن جاتا ہے جس سے وہ کام کرتا چلتا، سنتا اور دیکھتا ہے یہاں تک کہ وہ نطق بن جاتا ہے جو بندہ کی زبان سے کلام الٰہی بن کر ظاہر ہوتا ہے مگر اہل ظاہر اسے کفر قرار دیتے ہیں۔ جن کی عقل و بصیرت محدود اور تصورات ذہنی انتشار کا شکار ہوں۔ انہیں کیا خبر کہ کسی محبوب کی ذات میں فنا ہو جانا ہی اصل زندگی اور ثباتِ دوام کا سرچشمہ ہے۔ اگر غور و فکر کی گہرائی سے دیکھا جائے تو مقام انا الحق پر فائز بندہ اللہ کی ذات میں اپنی ذات کو فنا کر کے خود کو باقی و لافانی دیکھتا ہے۔ دوئی کا تصور تو اللہ تعالیٰ سے علیحدہ اپنی ذات کا وجود تسلیم کراتا ہے۔ یہ کفر ہی نہیں بلکہ دراصل یہی شرک ہے جس کی بخشش نہیں۔

کہتی ہے یہ مٹی بھی بہت سی باتیں
باتوں میں گزر گئی ہیں اکثر راتیں
مٹی کے یہ ذرّات بھی انسان تھے
تھیں کبھی اُن کی شیخ و برہمن ذاتیں

تشریح ! دو عادتیں انسان کی زندگی میں شامل ہیں سونا اور بیدار ہونا۔ کوئی آدمی نہ ہمیشہ بیدار رہ سکتا ہے اور نہ کوئی آدمی ہمیشہ سوتا رہتا ہے۔ زندگی کا ایک سفر یہ ہے کہ آدمی بیداری میں چلتا پھرتا ہے، دیکھتا ہے، سنتا ہے، کھاتا ہے، پیتا ہے، جذبات کی تسکین کرکے ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے یا جذبات کی گھٹن سے رنجیدہ خاطر ہو جاتا ہے۔ زندگی بوجھ بن جاتی ہے جب کیف و سرور میں ہوتا ہے تو میلوں بھاگا چلا جاتا ہے اور جب من میں خوشی نہیں ہوتی تو ایک ایک قدم من من بھر کا لگتا ہے۔ یہ دونوں صورتیں سونے کی حالت میں بھی ہوتی ہیں اور بیداری کی حالت میں بھی ہوتی ہیں۔ سونے کی حالت میں اگر کوئی آدمی ڈراؤنا خواب دیکھتا ہے تو ڈر جاتا ہے اور اگر وہ خواب میں گل و بلبل کی دنیا میں چلا جاتا ہے تو لطیف ہو کر ہوا میں اڑنے لگتا ہے۔ انسان جب بیداری میں کسی چیز کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو بہت کچھ جان لیتا ہے متوجہ نہیں ہوتا تو ساری زندگی برباد ہو جاتی ہے۔

اسی طرح انسان جب خواب میں متوجہ رہتا ہے تو خواب کی دنیا کو جان جاتا ہے۔ متوجہ نہیں ہوتا تو خواب کی دنیا بے خبری میں گزر جاتی ہے۔ جب کوئی انسان شب بیداری کرکے یا بالفاظ دیگر نیند کے غلبے کو توڑ کر نیند کی کیفیات کو سمجھ لیتا ہے تو اس پر یہ راز کھلتا ہے کہ میں نے اپنی ساری زندگی لایعنی باتوں میں ضائع کر دی ہے اور جب غور و فکر کرتا رہتا ہے تو ذرات کے حواس بھی اس سے باتیں کرتے ہیں۔ نوع انسانی دراصل اجتماعی شعور سے مرکب ہے جب ہمارے اندر سے اجتماعی شعور نکل گیا تو ہم انفرادی شعور میں قید ہو گئے اور ہم شیخ و برہمن بن گئے، ہم نے جب سے حقائق پر غور کرنا چھوڑ دیا ہے تو وہ انفرادی ہو گیا۔

یہ ساری ذات برادریاں انفرادی شعور کے تحت، خود غرضی کے دائرے میں گردش کر رہی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ سب سڑی ہوئی مٹی کے پتلے ہیں ایک برہمن بھی پاخانہ پیشاب کرنے پر مجبور ہے اور شیخ صاحب بھی بول و براز کی پابندیوں سے آزاد نہیں ہیں۔ فقیر بھی خوشنما پردے میں چھپی ہوئی سڑی ہوئی چیزیں کھاتا ہے اور بادشاہ بھی اپنے پیٹ میں سڑاند لیے پھرتا ہے۔ مٹی کا بنایا ہوا مادھو انسان جب مٹی سے باتیں کرنے کے لائق ہو جاتا ہے تو اس پر یہ عقدہ کشائی ہوتی ہے کہ یہ ذات اور برادریاں انسان کی اپنی بنائی ہوئی ہیں۔ اللہ کے نزدیک معزز وہ ہے جو اللہ سے واقف ہے اور جب کوئی بندہ اللہ سے واقف ہو جاتا ہے تو اشیائے کائنات کے رموز اس کے اوپر آشکار ہو جاتے ہیں۔

کیا علم کہ کب جہاں سے ہم اٹھتے ہیں
پیر اپنے مگر سوئے عدم اٹھتے ہیں
ممکن نہیں عمر کو پلٹ کر دیکھے
انسان کے آگے ہی قدم .اٹھتے ہیں

تشریح ! " ازل تا ابد " ایک لفظ ہے اس لفظ میں اللہ کے اسرار پنہاں ہیں۔ انسان ازل میں تخلیق ہوا اور پھر یہ تخلیق ایک متعین پروسیس Process کے تحت خود کو نمایاں کرتی ہوئی زمین پر آموجود ہوئی۔ زمین پر موجود ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ تخلیق ایسا عمل ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ تغیر پذیر ہے بچہ جس روز پیدا ہوتا ہے اسی دن سے عدم کے سفر کی شروعات ہو جاتی ہے۔ بچپن عدم میں چلا جاتا ہے پھر لڑکپن عدم میں چلا جاتا ہے پھر جوانی عدم کی زینت بن جاتی ہے اور بالآخر بڑھاپا زمین کو داغ مفارقت دے کر رخصت ہو جاتا ہے۔ جس طرح زمین پر ہر لمحہ ہر آن ، انسان سفر میں ہے۔ کیا بعید ہے کہ مقام ازل سے زمین تک آنے میں بھی انسان سفر میں ہو۔

قلندر بابا فرماتے ہیں ہر قدم عدم کی طرف اٹھ رہا ہے بندہ بشر میں اتنی ہمت ہی نہیں ہے کہ زندگی کے ماہ و سال کو پلٹ کر دیکھے۔ اے انسان ! آگے بڑھتا چلا جا پیچھے نہ دیکھ۔ قدرت اگر یہ چاہتی کہ انسان پیچھے بھی دیکھے تو گردن میں بھی ایک آنکھ لگا دیتی۔ ماضی جو گزر گیا ہاتھ نہیں آتا۔ مستقبل جو آنے والا ہے وہی ہماری زندگی ہے۔

روحانی ڈائجسٹ اپریل 86 ، اپریل 2002

کیا یوں ہی یہ خدمت سبو کرتے ہیں
انسان ملے یہ جستجو کرتے ہیں
ہم سن نہیں سکتے یہ خطا ہے اپنی
یہ کوزہ و خُم بھی گفتگو کرتے ہیں

تشریح ! زندگی کا مطالعہ کرنے سے یہ راز منکشف ہوتا ہے کہ جو چیز موجود ہے وہ زندہ ہے اُس کے اندر زندگی سے متعلق حواس کارفرما ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پہاڑ بے جان چیز ہیں مگر پہاڑ بھی مونث مذکر ہوتے ہیں۔ پہاڑوں میں نسل کشی کا سلسلہ قائم ہے۔ پہاڑ پیدا ہوتے ہیں۔ پہاڑ بچپن سے گزر کر لڑکپن میں اور لڑکپن سے گزر کر جوانی میں داخل ہوتے رہتے ہیں۔ پہاڑ شعور بھی رکھتے ہیں انہیں اپنے اچھے بُرے کی تمیز بھی ہے وہ اپنی سکت ہمت اور صلاحیت سے بھی واقف ہیں پہاڑ پیدا ہوتے ہیں اور اپنی عمر پوری کرنے کے بعد مرتے بھی ہیں شراب کے پیالے میں بھی جان ہے۔ جب ہم شراب پیتے ہیں یہ پیالہ اس لئے ہمارے ہونٹوں سے لگ جاتا ہے کہ اُسے ایک محبوب کی تلاش ہے۔ خم وکوزہ بے قرار رہتے ہیں کہ کوئی ایسا کامل انسان مل جائے جو یہ جانتا ہو کہ خم اور کوزہ بھی زبان رکھتے ہیں اس تلاش میں وہ کم علم ، کور چشم ، نادان اور کم سمجھ انسان کے منہ بھی لگتے رہتے ہیں کیونکہ اس ایثار کے بغیر کامل انسان کی تلاش ممکن نہیں ہے۔

گم ہو گیا بس اس کے سوا کیا معلوم
کس سمت سے وہ نکل گیا کیا معلوم
ممکن نہیں اس تک ہو رسائی اپنی
جو وقت گیا کہاں گیا کیا معلوم

تشریح ! ابدال حق قلندر بابا اولیاءؒ کی رباعیات میں یہ بات بہت زیادہ وضاحت سے بیان کی گئی ہے کہ ہماری دنیا تو ٹوٹنے بکھرنے اور بے وجود ہونے کے لئے ہے۔ ہر آدمی ٹوٹ رہا ہے ، بکھر رہا ہے اور اس کا وجود مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو رہا ہے۔ مگر اسے کچھ پتہ نہیں کہ اس کے ساتھ کچھ ہو رہا ہے۔ بچپن بکھرا جوانی آئی۔ جوانی بکھری بڑھاپا آیا۔ بڑھاپا بکھرا آدمی نابود ہو گیا۔ '' جو جا کر نہ آئی وہ جوانی دیکھی جو آ کے نہ گیا وہ بڑھاپا دیکھا '' کے مصداق جب آدمی اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ ہم جب زندگی کے آثار و احوال کا محاسبہ کرتے ہیں تو ہمارے اوپر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ زندگی دراصل وقت ہے ہم پوری زندگی وقت ہی میں تو گزارتے ہیں۔ بڑے بوڑھوں کا کہنا ہے کہ '' وقت کی قدر کرو ، گیا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا ''۔ جو وقت ہم کارآمد گزارتے ہیں وہ ہماری زندگی کا حاصل ہے اور جو وقت ہم ضائع کر رہے ہیں وہ ہماری زندگی میں لاحاصل عمل ہے۔ وقت کے بارے میں اگر انسان کو علم ہو جائے تو اس کے اوپر علم کے ایسے بے شمار دروازے کھل جاتے ہیں جن میں سے وہ کسی ایک دروازے میں داخل ہو کر یہ معلوم کر لیتا ہے کہ انسان آتا کہاں سے اور جاتا کہاں ہے۔

آتا کیوں ہے اور نہ چاہنے کے باوجود چلا کیوں جاتا ہے وقت کا علم رکھنے والا اپنی تخلیق کے راز سے واقف ہو جاتا ہے وہ سمتوں کے گرداب میں نہیں پھنستا۔ جب کوئی بندہ تخلیقی راز سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ اپنا عرفان حاصل کر لیتا ہے۔

عرفان ہی انسان کو خالق کائنات سے قریب کرتا ہے۔ دراصل خالق کائنات اللہ عزوجل کی قربت ہی علم و آگہی ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد گرامی ہے کہ '' وقت میں میرا اور اللہ کا ساتھ ہے '' وقت Time اللہ کا نور ہے اور مکان Space اللہ کی تخلیق ہے۔

ماتھے پہ عیاں تھی روشنی کی محراب
رخسار و لب جن کے تھے گوہر نایاب
مٹی نے انہیں بدل دیا مٹی میں
کتنے ہوئے دفن آفتاب و ماہتاب

تشریح ! جن لوگوں کی پیشانی روشن تھی اور ماتھے پر سجدوں کا نشان تھا اور ان کے چہرے چمک دمک سے معمور تھے۔ جب انہیں مٹی میں دفن کیا گیا تو مٹی نے انہیں بھی مٹی ہی بنا دیا۔ کیسے کیسے چاند اور سورج اس زمین میں دفن ہو چکے ہیں ۔ ہم ان کا شمار بھی نہیں کر سکتے۔ چند دنوں کی اس عارضی دنیا میں آدمی زمین پر کبر و نخوت کی تصویر بنا پھرتا ہے۔ بالآخر اسے بھی موت مٹی کے ذروں میں تبدیل کر دے گی اور مٹی کے یہ ذرے پیروں میں روندے جائیں گے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ: صفحہ 136

مٹی سے نکلتے ہیں پرندے اُڑ کر
دنیا کی فضا دیکھتے ہیں مُڑ مُڑ کر
مٹی کی کشش سے اب کہاں جائیں گے
مٹی نے انہیں دیکھ لیا ہے مُڑ کر

تشریح ! تمام جاندار مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ مٹی سے مراد روشنیوں کا وہ خلط ملط ہے جس میں تمام رنگ موجود ہیں۔ اسے کل رنگ روشنی بھی کہا جاتا ہے۔ یہی رنگ درخت کی جڑیں زمین سے حاصل کرتی ہیں۔ اور یہی رنگ تنا، شاخوں، پتوں، پھول اور پھل میں نمایاں ہوجاتے ہیں لیکن تخلیق کی یہ طرز دیرپا نہیں ہے۔ جلد ہی یہ تخلیق پھر مٹی بن جاتی ہے پرندے بھی اسی مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ قوت پرواز حاصل ہوجانے کے بعد بھی مٹی سے رستگاری حاصل نہیں کرسکتے کیوں کہ وہ مٹی کے دائرہ کار (Gravity) سے باہر نہیں جاسکتے۔ جلد ہی یہ کشش انہیں پھر مٹی میں مل کر مٹی بن جانے پر مجبور کردیتی ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 146

مٹی سے نکلتے ہیں پرندے اُڑ کر
دنیا کی فضا دیکھتے ہیں مُڑ مُڑ کر
مٹی کی کشش سے اب کہاں جائیں گے
مٹی نے انہیں دیکھ لیا ہے مُڑ کر

مزید تشریح ! یہ پرندے جو اڑتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ مٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔ زمین سے بہت دور فضا میں پرواز کرتے ہوئے زمین کا نظارہ کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ زمین سے بہت دور نکل آئے ہیں۔ لیکن جس مٹی کی کشش سے ان کے بال و پر بندھے ہیں اس سے یہ کیسے آزاد ہو سکتے ہیں؟

دیکھنے کی دو طرزیں ہیں۔ ایک بالواسطہ اور دوسری براہ راست۔ بالواسطہ دیکھنے کی طرز یہ ہے کہ پرندے اوپر سے نیچے دیکھ رہے ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ ہم مٹی کی گرفت سے آزاد ہو چکے ہیں۔ براہ راست طرز یہ ہے کہ خود مٹی انہیں دیکھ رہی ہے اور مٹی کا یہ دیکھنا ہی کشش ثقل (Gravity) ہے۔ ایک دن یہ مٹی اپنی کشش سے اس طرح کھینچ لیتی ہے کہ ہر ذی روح مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

مٹی سے گلاب و یاسمین بنتے ہیں
انسان بھی اسی سے بالیقین بنتے ہیں
مٹی تو ہے یہ مگر اسی مٹی سے
کتنے رخ و زلف نازنین بنتے ہیں

تشریح ! زمین کے اوپر بظاہر ہر چیز مٹی سے تخلیق ہو رہی ہے۔ گلاب و یاسمین بھی مٹی سے نکل رہے ہیں اور انسان بھی پیدا ہو رہے ہیں۔ سینکڑوں حسیناؤں کے دلفریب پیکر بھی اسی مٹی سے ڈھالے جا رہے ہیں۔ لیکن تخلیق کی اصل طرز وہ ہے جو مٹی کی گہرائی میں کارفرما ہے اور مٹی کو مختلف سانچوں میں ڈھال رہی ہے۔ اور مٹی کو نسمہ (روح) سے وابستہ کر رہی ہے۔ اور تخلیق کی یہ طرز خدا کی بنائی ہوئی مشیت کے تحت کام کر رہی ہے۔ یہ تخلیقی روشنی ہے جسے تصوف میں یک رنگ روشنی اور قرآن میں ما، (پانی) کہتے ہیں۔ یہ دراصل وہ چیز ہے جو مٹی کے پیکر میں جان ڈال رہی ہے اور مردہ زمین کو " سیراب " کر رہی ہے۔ ایک عارف جب ان چیزوں کا مشاہدہ کرتا ہے تو وہ خدا کی قدرت کا برملا اعتراف کرتا ہے کہ خدا نے ایک ہی مٹی سے کتنی رنگا رنگ چیزیں پیدا کر کے دنیا میں پھیلا دی ہیں ....

مٹی کی لکیریں ہیں جو لیتی ہیں سانس
جاگیر ہے پاس ان کے فقط ایک قیاس
ٹکڑے جو ہیں قیاس کے ، مفروضہ ہیں
ان ٹکڑوں کا نام ہم نے رکھا ہے حواس

تشریح ! موجودہ سائنس نے تجربات ، مشاہدات اور تفکر سے یہ جان لیا ہے کہ دنیا میں موجود ہر شے روشنی کے غلاف میں لپٹی ہوئی ہے جب تک روشنی کا غلاف جسم کے اوپر موجود رہتا ہے زندگی متحرک رہتی ہے اور جب روشنی کا غلاف فضا میں تحلیل ہو جاتا ہے تو زندگی درہم برہم ہو جاتی ہے۔ روشنی کی رفتار کے بارے میں بھی قیاس آرائی کی گئی ہے۔ اس کو بنیاد بنا کر جب ہم کوئی نتیجہ مرتب کرنا چاہتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ ہر موجود شے کی زندگی لہروں پر قائم ہے یہ لہریں محوری اور طولانی گردش میں سفر کرتی رہتی ہیں۔ روشنیوں اور لہروں کا یہ سفر ہی قیاس اور حواس کا پیش خیمہ ہے۔ جس طرح ایک آدمی ایک درخت روشنیوں اور لہروں کے تانے بانے پر قائم ہے اسی طرح ہماری فضا بھی روشنیوں اور لہروں سے معمور ہے۔ فضا میں دور کرنے والی یہ لہریں سانس کے ذریعہ ہمارے اندر داخل ہوتی ہیں۔ ان لہروں کے داخل ہونے کے بعد انسانی انا کی اپنی لہریں مضروب ہو کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہو جاتی ہیں .... یہ ٹکڑے جب جوڑے جاتے ہیں تو حواس بن جاتے ہیں۔ لہروں کے نظام پر قائم سانس جب تک موجود ہے، قیاس ، مفروضات اور حواس سب ہی موجود ہیں اور جب اندرونی نظام سانس رک جاتا ہے تو سارا کھیل ختم ہو جاتا ہے۔

مٹی کی لکیریں ہیں جو لیتی ہیں سانس
جاگیر ہے پاس ان کے فقط ایک قیاس
ٹکڑے جو ہیں قیاس کے ، مفروضہ ہیں
ان ٹکڑوں کا نام ہم نے رکھا ہے حواس

مزید تشریح ! ہمارے اطراف میں بکھرے ہوئے مختلف جاندار مٹی کی بنی ہوئی وہ مختلف تصویریں ہیں جو سانس لیتی ہیں۔ان کی زندگی کا سارا اثاثہ قیاس آرائی ہے۔یہی قیاس آرائی حواس کی بنیاد ہے۔جب خیال متحرک ہوتا ہے تو بصارت ، سماعت ، گویائی ، شامہ ، مشام اور لمس درجہ بدرجہ ترتیب پا جاتے ہیں۔چونکہ ان کی بنیاد قیاس آرائی ہے اس لئے ظاہری حواس میں ہمارا دیکھنا سمجھنا اور سوچنا حقیقی نہیں ہے۔اسی لئے روحانیت میں قلبی شاہدے کو حقیقت کہا گیا ہے۔قرآن کہتا ہے " دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا "

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 147

مٹی کی لکیروں میں ہزاروں در ہیں
گر جھانکئے کتنے میکدے اندر ہیں
مینا ہے شرابِ ناب ہے ، ساقی ہے
ذروں پہ جو غور کیجئے ساغر ہیں

تشریح ! زندگی کے بارے میں روحانیت کے نظریہ کو ہم عام لفظوں میں unconventional کہہ سکتے ہیں کیونکہ اہل روحانیت کے مطابق زندگی اپنی ابتدائی شکل میں ہر چیز میں موجود ہے۔ اگرچہ ذروں کی زندگی کی منازل عام انسان کی نظر سے پوشیدہ ہیں۔ لیکن جب ایک اہل روحانیت شہود کی نگاہ (باطنی نگاہ یا تیسری آنکھ) استعمال کرتا ہے تو اسے ایک ذرہ کی اتھاہ گہرائیوں میں زندگی کی چہل پہل اور رونق اسی طرح نظر آتی ہے جیسے دنیا کے کسی مصروف بازار میں دیکھی جاتی ہے قلندر بابا نے اس رباعی میں کچھ اس طرح کے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ انہیں مٹی میں بنی ہوئی لکیروں میں ہزاروں دروازے نظر آتے ہیں ان دروازوں کے اندر کئی میکدے نظر آتے ہیں جہاں دیگر وسائل بھی اسی طرح موجود ہیں جس طرح دنیا میں ہیں۔

مٹی کی بناوٹ کا ہے ایک نام دماغ
انسان کے بدن میں اس سے جلتا ہے چراغ
جلتا ہے چراغِ زندگانی ہر دم
حتیٰ کوئی لمحہ نہیں رہتا بے داغ

تشریح ! خدا نے یوں تو سارا بدن ہی مٹی سے بنایا ہے اور ہم نے اس کے مختلف نام رکھ لئے ہیں۔ بدن میں ایک حصہ کا نام دماغ ہے سارے جسم کو اگر ایک گھر سے تشبیہ دی جائے تو دماغ اس گھر میں چراغ ہے۔ ایسا چراغ جس کی روشنی سے اس گھر کا ایک ایک کونا روشن اور منور ہے۔ اس چراغ میں زندگی ایندھن بن کر جلتی رہتی ہے۔ چراغ جب تک ضوفشانی کرتا رہتا ہے زندگی بے داغ اور مجلی رہتی ہے اور جب چراغ ٹمٹمانے لگتا ہے تو زندگی پر تاریکی چھانے لگتی ہے اور روشن چراغ پر مٹی کی تہیں جم جاتی ہیں مگر جو لوگ یہ حقیقت جان لیتے ہیں کہ ساری زندگی مٹی کے ذرات پر قائم ہے وہ مٹی کے ذرات میں تبدیل ہونے کے بعد بھی روشن اور زندہ رہتے ہیں۔

مٹی کے سبو شراب کی محفل ہیں
نظاروں سے دنیا کے مگر بیدل ہیں
یہ دیکھتے سنتے ہیں ، سمجھتے بھی ہیں
ذرات میں ان کے چشم و گوش و دل ہیں

تشریح ! مٹی کے پیالے کیعبہ سے شراب کی محفل سجی ہوئی ہے۔لوگوں کے ذہن میں پیالے کا بس یہی مصرف ہے۔وہ یہ سمجھتے ہیں کہ مٹی کا پیالہ بے جان وحقیر ہے۔حالانکہ مٹی کا پیالہ جان دار ہے مٹی کے ذرات کی گہرائی میں ان کے چشم وگوش ودل پوشیدہ ہیں۔یہ بھی احساس رکھتے ہیں۔لیکن انسان اپنی کم نظری اور کم فہمی کی وجہ سے انہیں بے توقیر سمجھ کر توڑ دیتا ہے۔حالانکہ شراب خانے کے اندر جتنے پیالے '' جان محفل '' بنے ہوئے وہ بآواز بلند فریاد کرتے ہیں۔میخانے کی فضا اس چیخ وپکار سے لرز رہی ہے۔اے انسان آج تو ہمیں بے توقیر اور بے جان سمجھ کر توڑ رہا ہے لیکن یاد رکھ تیری بھی حیثیت خالق کائنات کے سامنے ہماری طرح کے پیالے جیسی ہے۔تو جس طرح آج ہمیں توڑ رہا ہے کل تو خود اسی طرح توڑ دیا جائے گا۔اپنی فنا کے بارے میں سوچ آج جس طرح ہماری فریاد سے شور برپا ہوا ہے کل روز حشر اس سیارے کے انسان بھی اسی طرح چیخیں گے ، چلائیں گے ، روئیں گے ، خود کو پیٹیں گے۔اے انسان عقل وشعور کی دنیا سے اس پاروانائی کی دنیا پر غور کر۔ورنہ پچھتاوے کے علاوہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ○

ترجمہ : اور ہم نے انسان کو کالے سڑے ہوئے گارے سے جو کھن کھن بولتا ہے پیدا کیا۔

پارہ 14 ربما ۔ سورۃ 15 الحجر ۔ آیت 26

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ○

ترجمہ : (لوگو !) ہم نے تمہیں اسی (زمین) سے پیدا کیا اور اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکالیں گے۔

پارہ 16 قال الم ۔ سورۃ 20 طٰہٰ ۔ آیت 55

مٹی کا ہے سینہ ، مٹی کا شانہ ہے
مٹی کی گرفت میں تجھے آنا ہے
کچھ دیر پہنچنے میں لگے گی شاید
مٹی کی طرف چند قدم جانا ہے

تشریح ! اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ ہم نے گندھی ہوئی مٹی اور گارے سے انسان کا پتلا بنایا اور پتلے میں اپنی روح پھونک دی۔ پتلے سے مراد انسان کے تمام جسمانی اعضاء ہیں۔ مثلاً ہاتھ ، انگلیاں ، پیر ، ٹانگیں ، گلے سے ٹانگوں تک ہڈیوں کا صندوق۔ اس صندوق کے اندر پھیپھڑے ، دل ، گردے ، جگر اور دوسرے تمام اعضاء جو اس صندوق کے اندر سلیقے سے رکھے گئے ہیں۔ مثلاً گردن کے اوپر کھوپری اور کھوپڑی کے پیالے میں دماغ ، دماغ کے اندر کھربوں خلئے ، یہ سب مٹی سے بنے ہوئے ہیں۔ جب مٹی کے بنے ہوئے ان سب کل پرزوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح ڈالی یعنی توانائی منتقل کی تو یہ سب چیزیں حرکت میں آگئیں۔ آپ نے رسٹ واچ ضرور دیکھی ہوگی جب ہم ڈائل الگ کر کے گھڑی کھولتے ہیں تو اس کے اندر ہمیں مشینری نظر آتی ہے اس میں بہت ساری گراریاں ہوتی ہیں۔ ہر گراری کے دندانے دوسری گراری میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں جب ایک گراری چلتی ہے تو مشین کے اندر جتنے کل پرزے ہیں سب چلتے ہیں اور ان گراریوں کو چلانے کے لئے چابی یا توانائی کام کرتی ہے۔۔ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی مشین میں اپنی روح پھونک دی تو دل چلنے لگا۔ جب دل چلنے لگا تو ساری مشین حرکت میں آگئی۔ یہ تو ہوئی انسان کی بات۔ انسان جس زمین پر چل رہا ہے۔ وہ بھی حرکت میں ہے سب کو پتہ ہے زمین چل رہی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ سورج چل رہا ہے ، چاند چل رہا ہے ، ستارے گردش میں ہیں ، ہوا چل رہی ہے ، پانی بہہ رہا ہے ، جسموں میں خون دوڑ رہا ہے ، یعنی کسی بھی لمحے حرکت منقطع نہیں ہوتی۔ آدمی اگر بیدار ہے تب بھی چل رہا ہے ، آدمی اگر سو رہا ہے تب بھی حرکت کر رہا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ ہم چل تو رہے ہیں ، لیکن کیوں چل رہے ہیں کہاں چل رہے ہیں۔ کون چلا رہا ہے اس کا ہمیں علم نہیں ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے ہیں مٹی کا ہے سینہ ...... یعنی ہمارا سینہ مٹی کا بنا ہوا ہے۔ وہ بھی مٹی ہے یعنی ہم مٹی ہیں اور ہمارا کاشانہ بھی مٹی ہے۔ مٹی نے ہمیں اپنی گرفت میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ ہم کسی بھی طرح اس کی گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتے۔ اس قانون کو سمجھنے میں یا مٹی کی اصل حقیقت دریافت کرنے میں کچھ دیر تو لگتی ہے لیکن اگر انسان چند قدم اس سفر کے لئے اٹھا دے تو یہ سب کچھ سمجھنا آسان عمل بن جاتا ہے۔ قدم بڑھانا عمل کی دنیا ہے اور عمل کا نتیجہ ضرور مرتب ہوتا ہے

مٹی میں ہے دفن آدمی مٹی کا
پُتلا ہے وہ اک پیالہ بھری مٹی کا
مے خوار پئیں گے جس پیالہ میں شراب
وہ پیالہ بنے گا کل اسی مٹی کا

تشریح ! خدا نے آدم کو مٹی سے بنایا ہے تو ہر آدمی بھی مٹی سے بنا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم اسے مٹی میں ہی دفن کر دیتے ہیں۔ یہ ایک حسین مورتی جس کے حسن پر سب لوگ جان دیتے ہیں والہ و شیدا بنے رہتے ہیں وہ اصل میں مٹی کے ذرات سے مرکب ہے۔ محبت کی شراب پینے والے جس پیالہ میں شراب پئیں گے وہ پیالہ پھر اسی مٹی سے بنا دیا جائے گا۔ یعنی قدرت کی کرشمہ سازی بھی کیا خوب ہے کہ ایک ہی مٹی سے مختلف شکلیں بناتی رہتی ہے۔ اور پھر اسی میں ملا کر مٹا دیتی ہے۔ اور پھر بنا دیتی ہے۔ تخلیق کے اس عمل میں ان لوگوں کے لیے واضح نشانیاں ہیں جو فی الواقع اللہ تعالیٰ کو جاننا اور پہچاننا چاہتے ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80 ، جنوری83 ، مئی 83 ، فروری 84 ، مئی 85
تذکرہ قلندر بابا اولیاء : صفحہ 132 - 131

محرم نہیں راز کا وگرنہ کہتا
اچھا تھا کہ اک ذرہ ہی آدم رہتا
ذرہ سے چلا چل کر اجل تک پہنچا
مٹی کی جفائیں یہ کہاں تک سہتا

تشریح ! آدمی قدرت کے راز وجہ تخلیق اور تمام باتوں سے محض نابلد ہے۔ زمین کا ہر ذرہ آدم کی تصویر کا عکس ہے۔ لیکن ایک یہی ذرہ جب متشکل اور مجسم ہو جاتا ہے تو فنا کا سفر شروع ہو جاتا ہے۔ آدمی مٹی میں دفن ہو کر پھر مٹی بن جاتا ہے۔ مٹی کے ذرات بوقلمونی کے ساتھ پھر متشکل اور مجسم ہو جاتے ہیں اور پھر فنا کے راستے پر چل کر مٹی میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ تحلیل نفسی کے اس مسلسل اور متواتر عمل سے آدمی کے اندر مٹی کے جفائیں برداشت کرنے کی سکت پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا کی نشوونما کا یہ قانون تخلیقی فارمولوں کا راز بن کر جاری و ساری ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80 ، جنوری 83 ، مئی 83 ، فروری 84 ، مئی 85
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 130 - 129

معلوم ہے تجھ کو زندگانی کا راز ؟
مٹی سے یہاں بن کے اڑا ہے شہباز
اس کے پر و پرزے تو یہی ذرے ہیں
البتہ کہ صناع ہے اس کا دم ساز

تشریح ! اے آدم ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیری زندگی کے اندر کون سے فارمولے کام کر رہے ہیں؟ دنیا میں ہر چیز کی ساخت مٹی سے عمل میں آئی ہے۔ شہباز کی قوت پرواز بھی اسی مٹی کی ممنون کرم ہے۔ کیونکہ اس کے جسمانی اعضا اسی مٹی (کل رنگ روشنی) کی مختلف ترکیبوں سے وجود میں آئے ہیں۔ البتہ تخلیق کا اصل راز یہ ہے کہ مٹی کے اندر خالق کائنات کا امر متحرک ہے جو کہ مٹی کو مختلف سانچوں میں ڈھال کر مختلف شکلوں میں ظاہر کر رہا ہے۔ کنکر ، پتھر ، پودے ، مختلف قسم کے جانور اور انسان دراصل مختلف سانچے (Die) ہیں۔

روحانی ڈائجسٹ : فروری 82

تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 147 - 146

معلوم ہے تجھ کو زندگانی کا راز ؟
مٹی سے یہاں بن کے اڑا ہے شہباز
اس کے پر و پرزے تو یہی ذرے ہیں
البتہ کہ صناع ہے اس کا دم ساز

مزید تشریح ! ہم جب زندگی کے ٹکڑے جوڑتے ہیں اور زندگی کے اعمال وحرکات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ایک ہی بات نظر آتی ہے .... زمین پر بسنے والی ہر مخلوق وہ چرند ہو ، پرند ہو ، جمادات ہو ، نباتات ہو یا انسان ہو ، سب ایک پراسس کے تحت قائم ہیں ۔ہم جب زمین میں گندم بوتے ہیں تو یہ گندم ایک پروسس کے تحت زمین کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یہی حال ہر جاندار کا ہے پہلے زمین اپنی کوکھ سے ایک خوبصورت تصویر جنم دیتی ہے اور پھر اس تصویر کو واپس اپنی کوکھ میں رکھ لیتی ہے .... زمین کی اس کوکھ سے کوے اور گدھ بھی پیدا ہوتے ہیں ۔ اور شہباز جیسا بلند کردار پرندہ بھی آسمان کی رفعتوں میں پرواز کرتا ہے.......... تخلیق کا پروسس تو ایک ہے لیکن جس ہستی نے زمین کو تخلیق کا اہم ترین مسالہ Matter بنایا ہے۔ اس ہستی نے انہی ذرات میں الگ الگ صلاحیتیں متحرک کر دی ہیں ۔ ہماری طرز فکر یہ ہے کہ ہم شہباز کا وصف اس کی ذات کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں اور گدھ کا وصف اس کی ذات کے ساتھ وابستہ کر دیتے ہیں ۔قلندر بابا اولیاء ؒ اس طرز فکر کی اصلاح کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وصف گدھ یا شہباز میں نہیں ہے.......... وصف کا براہ راست تعلق اللہ سے ہے !

....

معلوم نہیں کہاں سے آنا ہے میرا
معلوم نہیں کہاں پہ جانا ہے میرا
یہ علم کہ کچھ علم نہیں ہے مجھ کو
کیا علم کہ کھونا ہے کہ پانا ہے میرا

تشریح ! یہ نہیں معلوم کہ میں کہاں سے آیا ہوں اور نہ ہی یہ معلوم ہے کہ میری منزل کہاں ہے؟ ایسا علم جس کو نہ تو کھو جانے کا علم ہو اور نہ کچھ پالینے کا علم ہو علم نہیں ہے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا یہ حال ہے تو ہم حقیقت کے سمندر میں کس طرح غوطہ زن ہو سکتے ہیں حقیقی علم جاننے کے لیے ضروری ہے کہ ہم یہ جانتے ہوں کہ ہمیں کس نے پیدا کیا ہے۔ اس دنیا میں پیدائش سے پہلے ہم کہاں تھے اور مرنے کے بعد کون سے عالم میں چلے جاتے ہیں اور اس عالم میں زندگی کن طرزوں پر قائم ہے؟

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80 ، جنوری 83 ، مئی 83 ، فروری 84 ، مئی 85
"تذکرہ قلندر بابا اولیاء" : صفحہ 131

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا
يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

ترجمہ : اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں دونوں میں ایک آڑ ہے کہ اس سے تجاوز نہیں کر سکتے
۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے ۔

پارہ 27 قال فما خطبکم : سورۃ 55 الرحمٰن آیت 19 تا 22

میں کیا ہوں یہ عقدہ تو کھلے گا آخر
پردہ جو پڑا ہے وہ اٹھے گا آخر
ذرے کو مرے کوئی تو صورت دیں گے
ساغر نہ بنا خم تو بنے گا آخر

تشریح ! حیات وموت دراصل ہستی کائنات کے دو پہلو ہیں۔ ان میں فی نفسہٖ کوئی مغائرت اور تضاد نہیں اور نہ ہی ان میں عقل انسانی سے ماوراء کوئی ایسا راز پوشیدہ ہے جس کی پردہ کشائی انسانی حدود وامکان سے باہر ہو۔ ہستی کے یہ دونوں پہلو دن اور رات کی طرح ہیں جو بظاہر ایک دوسرے سے الگ اور متضاد ہیں مگر دونوں مل کر ایک دن کہلاتے ہیں اور اس اتصال سے دونوں علیحدہ علیحدہ پہچانے جاتے ہیں۔ بعینہٖ یہی فرق ظاہر بینی اور کشف باطن کے درمیان ہے۔ ہاں ان کے درمیان ایک پردہ ضرور ہے جو نظر نہیں آتا۔ سورۃ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے دو دریاؤں کے متصل پانی کے درمیان ایک برزخ (پردہ) کا ذکر فرمایا ہے جس کے باعث دو قسم کے پانی ایک دوسرے سے ملنے کے باوجود جدا جدا رہتے ہیں۔ ایسا ہی ایک پردہ زندگی اور موت کے درمیان ہے۔ حضور قلندر بابا رموز واسرار کائنات کے شناسا اور حامل علم الٰہی ہیں اور آپ پر یہ حقائق آئینہ کی طرح روشن ہیں مگر جب آپ عام انسان کی طرز میں گفتگو فرماتے ہیں تو اس سے مدعا ہماری روزمرہ کی زندگی کے ان پہلوؤں کی نشاندہی ہوتی ہے جنہیں ہم اپنے شب و روز کے مشاغل کا حصہ قرار دے سکتے ہیں۔ یہاں حضور بادہ الست سے سرشار شاعر فطرت شناس کے لہجے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اس (ظاہری فنا) کے باوجود میری مٹی رائیگاں نہیں جائے گی۔ کیونکہ قانون قدرت کے مطابق مادہ فنا پذیر نہیں ہے۔ صرف اس کی ہیئت اور خواص تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔ اس مٹی کا ساغر بنے تو ایک مست مۓ پندار کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ نازک اور لطیف لبوں کا لمس اس کو نصیب رہے گا۔ اگر یہ بھی نہ ہوا تو وہ خم یا صراحی ضرور بنا دی جائے گی اور یہ بھی انا اور خودی کی تسکین کے لئے کافی ہے۔ اس کے برعکس عمر خیامؔ اسرار و رموز کی پردہ کشائی سے اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے قلب کی پریشانی کا علاج جرعۂ مے میں تلاش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں

در پردۂ اسرار کسے راہ نیست — زیں تعبیہ جان، ہیچ کس آگہ نیست
جز در دل خاک ہیچ منزل گہ نیست — مے خور کہ چنیں فسانہ ہا کوتہ نیست

اسرار اور پردہ سے لاعلمی کا پہلو دونوں رباعیوں میں مشترک ہے مگر جو فرق حضور قلندر بابا اور عمر خیام کی طرز فکر میں نمایاں ہے وہ یہ ہے کہ حضور کے ہاں تیقن اور اعتقاد ہے کہ پردہ ضرور اٹھے گا اور تبدیلی ہیئت کے باوجود تخلیق ثانی کا ایک ایسا پہلو سامنے آئے گا جو وجہ سکون اور باعث طمانیت ہوگا۔ کیونکہ آپ کے یہاں محرومی اور عدم اعتماد کا خوف لاحق نہیں۔ مگر عمر خیام کے ہاں معذوری اور بے نصیبی کے ساتھ عذاب جان سے بچنے کے لئے فرار کی کیفیت پائی جاتی ہے کہ شراب پیو اور اس قصہ کو ذہن ہی سے نکال دو۔

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

ترجمہ: بے شک جو اللہ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غمناک ہوں گے

پارہ 11 یعتذرون ۔ سورۃ 10 یونس ۔ آیت 62

فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

ترجمہ: جنہوں نے میری ہدایت کی پیروی کی ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ غمناک ہوں گے۔

پارہ 1 الٓمٓ ۔ سورۃ 2 البقرۃ ۔ آیت 38

مے خانہ پہ ہر سمت گھٹا چھائی ہے
ساقی ترے دامن میں بہار آئی ہے
رخ بھی ترا گلرنگ ہے پیراہن بھی
خود بھی مئے گلرنگ تماشائی بھی

تشریح ! غور کیا جائے تو زندگی خوشی اور غم کا آمیزہ ہے اور یہ دونوں احساس ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح ملے جلے رہتے ہیں کہ انسان ان سے خود کو الگ نہیں کر سکتا۔

اب لگتا ہے اگر دائیں غم ہے تو بائیں خوشی ہے اگر آگے پریشانی ہے تو پیچھے اطمینان ہے۔ اطمینان اگر آگے ہے تو پیچھے بے سکونی ہے۔ یہ بات بھی ہمارے تجربے میں ہے کہ ہر تکلیف کے پیچھے راحت ہے اور ہر راحت کے پیچھے تکلیف ہے۔ ایک ماں جب انتہائی درجہ تکلیف سے گزر جاتی ہے تو اسے ممتا کا شعور حاصل ہوتا ہے۔ ایک طالب علم جب دس سال کی مشقت برداشت کرتا ہے تو اس مشقت کے صلے میں اسے میٹرک کا سرٹیفکیٹ ملتا ہے۔ موسم کے تغیر میں بھی یہی قانون کارفرما ہے۔ بہار کا موسم ہے تو ہر چیز نکھری ہوئی نظر آتی ہے۔ درختوں میں کونپلیں پھوٹنا ، سبز لباس پہن کر درختوں کا پتوں سے مزین ہونا ، کلیوں کا چٹکنا پھولوں کا کھلنا ، خوشبو کی مہک ، گھاس پر شبنم کا موتی بن کر چمکنا ، چڑیوں کا چہکنا ، بلبلوں کا نغمہ سرا ہونا ، کوئل کی کوک

یہ سب بہار کی رونقیں ہیں اور جب بہار اپنا بچپن جوانی گزار کر بڑھاپے میں داخل ہوتی ہے تو وہ تمام آثار و احوال اپنا مظاہرہ کرتے ہیں۔ جو بڑھاپے کا وصف ہے۔ پتے سوکھ کر گر جاتے ہیں۔ درختوں کی شاخوں اور تنوں میں جھریاں پڑ جاتی ہیں۔ پودوں پر پھولوں کی جگہ ڈنٹھل باقی رہ جاتے ہیں اور اب ایسا لگتا ہے کہ خوشبو ہزاروں پردوں میں چھپ گئی ہے۔ اسی طرح انسانی زندگی میں بھی بہار اور خزاں کے پیمانوں میں ردوبدل ہو رہا ہے۔ ہمارا گھر یا ہماری دنیا میخانے کی طرح ہے اس میخانے پر جب بہار آتی ہے تو ہر سمت برسات کا موسم محسوس ہوتا ہے، جیسے آسمان پر گھٹا چھا جائے تو انسان کے دل میں ایسی گدگدی ہوتی ہے کہ آنکھوں میں خمار آجاتا ہے اور ساقی صاحب مکاں یا محبوب اس طرح نظر آتا ہے کہ اس کے انگ انگ میں جوش ، جذبہ ، جوانی اور رعنائی جھلکتی ہے چہرہ بھی رخ روشن ہو جاتا ہے۔

پیراہن میں سے خوشبوئیں پھوٹتی ہیں اور شراب کا پیالہ یعنی زندگی ایسا تماشا بن جاتی ہے جہاں انسان کی کیفیات گم ہو جاتی ہیں۔ غور کیا جائے تو یہ سب مٹی کا کمال ہے۔ یہی مٹی کبھی میخانہ بن جاتی ہے ، یہی مٹی رخ زیبا بن جاتی ہے۔ یہی مٹی تماشا بن جاتی ہے اور یہی مٹی تماشائی بن جاتی ہے۔

قلندر بابا اولیاءؒ نے انسان کو اپنی رباعی میں اس طرف متوجہ کیا ہے کہ خوشی اور غم کوئی مستقل شے نہیں ہے یہ انسان کے اپنے اندر کی واردات و کیفیات ہیں جو ایک جگہ قائم نہیں رہتیں ، ان میں ردوبدل ہوتا رہتا ہے۔ اگر ہم اس قانون سے واقف ہو جائیں اور اپنی توجہ خوشی کی طرف مرکوز کر دیں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ ہر سمت گھٹا چھائی ہے اور ہر سمت بہار آئی ہے۔

نہروں کو مئے ناب کی ویراں چھوڑا
پھولوں میں پرندوں کو غزل خواں چھوڑا
افتادِطبیعت تھی عجب آدم کی
کچھ بس نہ چلا تو باغِ رضواں چھوڑا

تشریح ! اس آدم یا آدم زاد کی صفات نہ پوچھیے۔ اس نے چمک دمک رکھنے والی شراب کی نہروں کو جنت میں ویران چھوڑ دیا۔ قسم قسم کے پھولوں اور باغوں میں جو پرندے چہچہا رہے تھے۔ ان کی گنگناہٹ کو بھی خیر باد کہہ آیا۔ اس آدم کی طبیعت میں اللہ تعالٰی نے کچھ ایسی خوبی رکھی ہے کہ کسی ایک بات یا ایک چیز پر قانع نہیں رہتا۔ اس کا جنت میں رہتے رہتے جب جی گھبرانے لگا تو اسے چھوڑ کر بھاگ آیا۔ اس کے مزاج میں مظاہر کائنات میں کام کرنے والی ہر آن اور ہر لمحہ تغیر و تبدل کی صفت (حرکت) موجود ہے

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 80 ، جنوری83 ، مئی 83
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ صفحہ 132

ہر چیز خیالات کی ہے پیمائش
ہیں نام کے دنیا میں غم و آسائش
تبدیل ہوئی جو خاک گورستاں میں
سب کوچہ و بازار کی تھی زیبائش

تشریح ! ہم کسی چیز کو پہچانتے ہیں یا کوئی کام کرتے ہیں، خوش ہوتے ہیں یا غم کے بادل ہمارے اوپر چھا جاتے ہیں۔ سب کا دارومدار خیال پر ہے ...... یہ خیال درجہ بدرجہ گہرا ہو کر، تصور سے گزر کر احساس میں جلوہ گر ہوتا ہے اور مظہر بن کر ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے ...... ہمارا سونا، جاگنا، کھانا پینا ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ محبت اور نفرت کے جذبات کی بنیادی اینٹ خیال ہے ...... خیالات میں اطلاع پہنانے سے ہی جذبات و احساسات بنتے ہیں ...... خیالات کی کارگزاری جب تک قائم رہتی ہے۔ دنیا میں ناپ تول، غم و آلام، کوچہ و بازار کی زیبائش، دنیا کی دلچسپیاں موجود رہتی ہیں اور جب خیالات میں اطلاع پہنچانے والی ایجنسی بکھر جاتی ہے تو ہر چیز خاک ہو جاتی ہے اور یہ پتہ چل جاتا ہے کہ دنیا کی ہر رونق محض ایک اطلاع ہے ...... ایک ایسی اطلاع ایک ایسی خبر جو محض عارضی ہے۔

ہر چیز خیالات کی ہے پیمائش
ہیں نام کے دنیا میں غم و آسائش
تبدیل ہوئی جو خاک گورستاں میں
سب کوچہ و بازار کی تھی زیبائش

مزید تشریح ! انسانی نگاہ کے سامنے جتنے مناظر ہیں وہ شعور کی بنائی ہوئی مختلف تصویریں ہیں۔ یہ تذکرہ ہو چکا ہے کہ دیکھنے کی یہ طرز مفروضہ ہے۔ اس لئے اس کے مشاہدات و تجربات بھی مفروضہ ہیں۔ دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی چیز ایک آدمی کے لئے خوشی اور دوسرے کے لئے غم کا باعث ہوتی ہے۔ ایک چیز کے بارے میں مختلف لوگوں کی سینکڑوں مختلف آرا ہوتی ہیں حالانکہ حقیقت ایک اور صرف ایک ہو سکتی ہے۔ عام مشاہدہ ہے کہ ہماری نگاہ کے سامنے مظاہر میں ہر وقت تغیر ہوتا رہتا ہے۔ آبادی ویرانہ میں اور ویرانہ آبادی میں بدل جاتا ہے۔ یہ متغیر دنیا کس طرح حقیقی ہے جبکہ حقیقت میں تغیر نہیں ہوتا۔

روحانی ڈائجسٹ ۔ فروری 82 ، مارچ 2004
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ ۔ صفحہ 148

ہر ذرہ ہے اک خاص نمو کا پابند
سبزہ ہو صنوبر ہو کہ ہو سرو بلند
انسان کی مٹی کے ہر اک ذرہ سے
جب ملتا ہے موقع تو نکلتے ہیں پرند

تشریح ! یہ سبزہ زار ، ہری ہری گھاس ، صنوبر کا درخت ہو کہ سرو بلند سب کی پیدائش سب کی نمو مٹی سے قائم ہے۔ اے انسان ! کبھی تو نے سوچا ہے کہ مٹی کے کون سے ذرات ہیں جن سے یہ سرو سمن ، کوہ دمن ، چرند پرند پیدا ہو کر نشو ونما پا رہے ہیں۔ انسان کو جب مٹی میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور احسن تقویم کے ذرات سے کبھی درخت اگ آتے ہیں۔ کبھی یہ ذرات ہری بھری گھاس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی ان ذرات کے یکجا ہونے سے پرند تشکیل پاتے ہیں اور اس جیتی جاگتی دنیا میں اڑان شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کیسی حرماں نصیبی ہے کہ انسان کی مٹی کے ذرات سے تشکیل پانے والے پرندے تو فضاؤں میں اڑتے ہیں اور انسان بے بسی سے انہیں دیکھتا ہے اور دو گز بھی زمین سے اوپر نہیں اڑ سکتا۔

ہر ذرہ ہے اک خاص نمو کا پابند
سبزہ ہو صنوبر ہو کہ ہو سرو بلند
انسان کی مٹی کے ہر اک ذرہ سے
جب ملتا ہے موقع تو نکلتے ہیں پرند

تشریح ! یہ سبزہ زار ، ہری ہری گھاس ، صنوبر کا درخت ہو کہ سرو بلند سب کی پیدائش سب کی نمو مٹی سے قائم ہے۔ اے انسان ! کبھی تو نے سوچا ہے کہ مٹی کے کون سے ذرات ہیں جن سے یہ سرو سمن ، کوہ دمن ، چرند پرند پیدا ہو کر نشو و نما پا رہے ہیں۔ انسان کو جب مٹی میں دفن کیا جاتا ہے تو وہ مٹی کے ذرات میں تبدیل ہو جاتا ہے اور احسن تقویم کے ذرات سے کبھی درخت اگ آتے ہیں۔ کبھی یہ ذرات ہری بھری گھاس میں ظاہر ہو جاتے ہیں اور کبھی ان ذرات کے یکجا ہونے سے پرند تشکیل پاتے ہیں اور اس جیتی جاگتی دنیا میں اڑان شروع کر دیتے ہیں۔ یہ کیسی حرماں نصیبی ہے کہ انسان کی مٹی کے ذرات سے تشکیل پانے والے پرندے تو فضاؤں میں اڑتے ہیں اور انسان بے بسی سے انہیں دیکھتا ہے اور دو گز بھی زمین سے اوپر نہیں اڑ سکتا۔

ہر ذرہ ہے اک خاص نمو کا پابند
سبزہ ہو صنوبر ہو کہ ہو سرو بلند
انسان کی مٹی کے ہر اک ذرہ سے
جب ملتا ہے موقع تو نکلتے ہیں پرند

مزید تشریح ! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے معین مقداروں سے تخلیق کی ہے۔ ہر تخلیق میں معین مقداریں کام کر رہی ہیں جو ہر نوع کو دوسری نوع سے اور ہر فرد کو دوسرے فرد سے ممتاز کر دیتی ہیں۔ مٹی کے ذرات ایک ہی ہیں لیکن ان ذرات کی مقداروں میں ردوبدل سے طرح طرح کی تخلیق وجود میں آ رہی ہے۔ مٹی کے یہ ذرات کہیں سرو دمن ، کہیں کوہ دمن اور کہیں خوش الحان پرند بن جاتے ہیں اور جب بظاہر مٹی کے یہ بے جان ذرات کی زندگی کو اپناتے ہیں تو رنگ رنگ کائنات میں بکھر جاتے ہیں اور ان ہی رنگوں سے جیتی جاگتی ایک دنیا عالم وجود میں آ جاتی ہے۔

یہ بات مگر بھول گیا ہے ساغر
انسان کی مٹی سے بنا ہے ساغر
سو بار بنا ہے بن کے ٹوٹا ہے عظیمؔ
کتنی ہی شکستوں کی صدا ہے ساغر

تشریح ! یہ ساغر و مینا ، یہ انسان ، یہ خوش نوا پرند ، یہ سیمیں بدن مورتیں ہمیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں .... اے آدم زاد ! تو کیوں خوش خود فراموشی کے جال میں گرفتار ہے ؟ یہ سب مٹی ہے جو ٹوٹ کر ، بکھر کر ، ریزہ ریزہ ہو کر نئے نئے روپ میں جلوہ گر ہو رہی ہے۔ تو کیوں مٹی کے سامنے شکست خوردہ نہیں ہو جاتا۔ اس شکست میں تیرے لئے سعادت ہے کہ تو کبر و نخوت سے بچ جائے گا۔

روحانی ڈائجسٹ : اپریل 83
تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ : صفحہ 140

یہ بات مگر بھول گیا ہے ساغر
انسان کی مٹی سے بنا ہے ساغر
سو بار بنا ہے بن کے ٹوٹا ہے عظیمؔ
کتنی ہی شکستوں کی صدا ہے ساغر

مزید تشریح ! مندرجہ بالا رباعی بھی قلندر بابا اولیاء ؒ کی بیشتر رباعیات کی طرح دنیا کے عارضی اور مفروضہ ہونے کے بیان پر مشتمل ہے۔ اس میں بابا صاحب منفرد انداز بیان لئے ہوئے فرماتے ہیں کہ تخلیق کا جو طریقہ یا (Procedure) ہے وہ تمام مخلوقات کے لئے یکساں ہے۔ ہر تخلیق بظاہر مٹی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اس لحاظ سے تخلیق کا طریقہ ہر جاندار کے لئے یکساں ہے۔ خواہ وہ انسان ہو یا مٹی کا بے حقیقت ذرہ۔ واضح رہے کہ روحانیت میں ہر چیز جاندار شمار ہوتی ہے اور بھول بھی ہر مخلوق کا خاصہ ہے۔

اول الانسان اول النسیان

اس طرح کی رباعیات جو بے ثباتی دنیا کے مضمون پر مشتمل ہیں بابا صاحب کی رباعیات میں بکثرت ملتی ہیں۔ ان سے بابا صاحب کا مطمح نظر ظاہر ہوتا ہے کہ ہر تخلیق اپنی اصل سے گریزاں ہے حالاں کہ اسے بالآخر اسی سمت رجوع کرنا ہے۔ صعود کے یہ مدارج مٹی سے شروع ہو کر مٹی کی اصل یعنی روشنی تک پہنچتے ہیں اور یہ روشنی اللہ تعالے کے نور کا عکس ہے۔ رہ گئی مٹی تو یہ روشنی کے اشارے پر ہر وقت شکست و ریخت کی منزل سے گزرتی رہتی ہے۔ اور نئی نئی تخلیقات میں منقلب ہوتی رہتی ہے۔ یہ تو بجائے خود شکستگی اور فنا کی آئینہ دار ہے۔ ہر مظہر زبان حال سے فنا کی لامتناہی داستان سنا رہا ہے۔ انسان کو جو مٹی کی عارضی شکل کو اصل سمجھ رہا ہے اس صورت حال سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔

یہ بات مگر بھول گیا ہے ساغر
انسان کی مٹی سے بنا ہے ساغر
سو بار بنا ہے بن کے ٹوٹا ہے عظیمؔ
کتنی ہی شکستوں کی صدا ہے ساغر

مزید تشریح ! اس رباعی میں لفظ " مگر " شاید کا ہم معنی ہے۔ مصرعہ اول کی نثر یوں ہے " شاید یہ بات ساغر بھول گیا ہے " ۔ یہاں شاید کا مفہوم ایک لطیف پیرایہ میں تجاہل عارفانہ اور شانِ بے نیازی کا آئینہ دار ہے۔ حضور قلندر باباؒ نے ساغر کے استعارہ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب کسی شے کو کسی دوسری شے کی بنیاد پر فروغ و عروج حاصل ہوتا ہے تو وہ اپنی بنیادی حقیقت سے بے اعتنائی برتنے لگتی ہے اور اپنی موجودہ پوزیشن کو اپنی ہی کوششوں اور صلاحیت کا ثمرہ قرار دیتی ہے تاکہ اصل حقیقت پر پردہ پڑا رہے اور اس کا بھرم قائم رہے۔ ساغر یوں تو اپنی اصل میں مٹی کا تودہ ہے مگر جب اس مٹی میں انسان کا خمیر شامل ہو گیا تو اس کی فطرت میں نکھار آ گیا اور اس میں بند شراب لذت و مستی میں دوچند ہو گئی۔ مگر کیف و سرخوشی کے اس عالم کو جو اہل میخانہ پر طاری ہے۔ ساغر نے اسے اپنا ہی کمال اور اعجاز سمجھ لیا اور انسان کی عظمت کو فراموش کر دیا جس کی مٹی کی شکست و ریخت کے طفیل وہ عالم وجود میں آیا ۔اس ساغر کو وجود میں لانے کے لئے انسان نے اپنا وجود حوادث و آلام کے حوالے کر دیا۔

انسان کی تخلیق کا مرکز اور نقطۂ کمال اس کا دل ہے جو مرجع اضطراب و آلام بھی ہے اور اس کی خوشیوں اور شادمانیوں کا سرچشمہ بھی یہی دل ہے جو ٹوٹتا اور بنتا رہتا ہے اور اسی شکست و ریخت سے اس کا جوہر نکھر جاتا ہے۔ یہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں عالم رنگ و بو کی عکس ریزی اس کی قیمت کو بڑھا دیتی ہے اور یہی وہ آئینہ ہے جس کی ٹوٹ پھوٹ کمال آئینہ سازی کو للکارتی ہے کہ وہ اپنے فن کا مظاہرہ کر کے اس کی بقا کا سامان کرے۔ علامہ اقبال نے اس حقیقت کو یوں پیش کیا ہے ۔

نہ بچا بچا کے تو رکھ اسے ترا آئینہ ہے وہ آئینہ
جو شکستہ ہو تو عزیز تر ہے نگاہ آئینہ ساز میں

یہی آئینہ ڈھل کر ساغر بنتا ہے۔ غالب نے تو اپنے مکمل وجود ہی کو شکست کی صدا قرار دیا ہے ۔

نہ گل نغمہ ہوں نہ پردہ ساز
میں ہوں اپنی شکست کی آواز

اب آپ اس خوبصورت اور بظاہر سادہ رباعی کو جس انداز میں چاہیں مطالعہ کر سکتے ہیں اس میں فلسفہ اخلاق کے ضمن میں تشکر و احسان مندی اور اپنی اصل پر غور و فکر کا پہلو بھی ملے گا اور رندی و خراباتی کی فضا میں سرخوشی اور مستی کی کیفیت بھی حاصل ہوگی۔

روحانی ڈائجسٹ : اپریل 2004

یہ بود و نبود کیا ہے کس کو معلوم
افلاک کی جو ادا ہے کس کو معلوم
سب راز ہیں کہکشاں کی گردش کے عظیم
خورشید میں کیا چھپا ہے کس کو معلوم

تشریح ! کہکشاں کی گردش کا راز اس وقت کھلتا ہے جب قلندر شعور ہماری راہنمائی کرتا ہے۔ جس کی راہنمائی میں ہم کائناتی تخلیقی فارمولوں کے تحت اپنے اندر ہر قسم کی غیر مرئی Invisible صلاحیتوں کو اپنے ارادے اور اختیار سے متحرک کر سکتے ہیں۔ ایک آدمی جب اپنے اندر دور کرنے والی بجلی یا نسمہ Aura سے واقف ہو جاتا ہے تو وہ بجلی کے بہاؤ کو روک بھی سکتا ہے اور اپنے اندر زیادہ سے زیادہ وولٹیج کا ذخیرہ بھی کر سکتا ہے۔ الیکٹریسٹی کے ذخیرے کے بعد اس کے اندر ایسی سکت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے ارادے اور اختیار سے آسمان اور زمین کے کناروں سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی زمین کی طرح کہکشاں میں بے شمار زمینیں آجاتی ہیں۔ جس طرح وہ اپنی زمین پر آباد اللہ کی مخلوق کو دیکھتا ہے اسی طرح کھربوں دنیاؤں کا بھی مشاہدہ کرتا ہے۔ جس طرح ایک فلم سینکڑوں ہزروں اسکرین پر دیکھی جا سکتی ہے اسی طرح کائنات کی تمثیل لوح محفوظ سے ڈسپلے Display ہو رہی ہے۔ کائنات میں موجود ہر زمین ایک اسکرین ہے۔ لاشعور بیدار ہو جاتا ہے تو یہ ساری کائنات ایک فلم اور کائنات میں کھربوں زمینیں اسکرین نظر آتی ہیں۔ جو کچھ اس زمین پر ہو رہا ہے بالکل اسی طرح کائنات میں موجود دوسری تمام زمینوں پر بھی یہ نظام جاری وساری ہے۔

یہ جانتی ہے کیوں ہیں فرشتے روپوش
یہ جانتی ہے کیا ہے فرشتوں کا ہوش
یہ جانتی ہے ضرور قدرت کا راز
سوسن ہے زباں دراز پھر ہے خاموش

تشریح ! انسان کے اندر دو دماغ کام کرتے ہیں۔ ایک دماغ میں ایسے خانے ہیں جن میں ظاہر آنکھوں سے نظر آنے والی چیزوں کا ریکارڈ رہتا ہے اور یہ ریکارڈ ساری زندگی میں لمحہ بہ لمحہ تقسیم ہوتا رہتا ہے۔ ریکارڈ کی یہ تقسیم ہی واہمہ، خیال تصور اور احساس بن جاتی ہے .... دوسرے دماغ میں ایسے خانے ہیں جن میں ایسا کائناتی ریکارڈ موجود ہے جو ظاہر آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔ جب کوئی بندہ اپنے ارادہ اور اختیار سے توفیق طلب کر کے اللہ کے رازوں سے واقف ہو جاتا ہے تو غیب کی دنیا میں بسنے والی مخلوق اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ وہ یہ جان لیتا ہے کہ غیب کی دنیا کے مکین کس قسم کے حواس میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ مگر باوجود اتنا عظیم علم ہونے کے وہ کچھ بول نہیں سکتا۔ کچھ کہہ نہیں سکتا۔ اس لئے کہ ظاہری آنکھوں والے اور مادی دنیا کو مقصد بنانے والے لوگوں کے شعور میں اتنی سکت ہی نہیں ہے کہ وہ اسرار و رموز کی طاقت کو برداشت کر سکے .... حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے عارف باللہ کو سوسن سے تشبیہ دی ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جنوری 85، ستمبر 2003

یہ ریت کی دنیا ہے عجب افسانہ
بت ریت کے ہیں ریت کا ہے بت خانہ
گھنٹے کی صدا ریت کے اندر گم ہے
گویا کہ ہوئی صدا بھی اک ویرانہ

تشریح ! جب کسی انسان کے اندر تفکر کا پیٹرن بن جاتا ہے تو اس کے ہر عمل میں گہرائی پیدا ہو جاتی ہے۔ ایک عام آدمی ریت پر سے گزرتا ہوا چلا جاتا ہے لیکن جس آدمی کے اندر تفکر ہوتا ہے وہ ریت کے اندر چمکدار ذرات پر غور کرتا ہے اور ریت کی یہ روپہلی چمک اسے اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ انسان کی طرح ریت کا ہر ذرہ بھی جاندار ہے ، پر کشش ہے اور انسان سے کچھ کہنا چاہتا ہے ریت کے یہ سارے ذرات اپنی چمک دمک سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہماری بھی ایک دنیا ہے اور یہ دنیا بھی انسان کی دنیا کی طرح ایک افسانہ ہے۔ ریت کے ذرے بولتے ہیں ہم فنا کے مراحل میں ہیں ایک وقت تھا بہت بلند اور ارفع و اعلیٰ سرسبز و شاداب پہاڑوں پر ہمارا حجم منوں اور ٹنوں کے حساب سے تھا وہاں سے ایک ذرہ جو کئی کئی ہزار ٹن وزنی تھا اپنے قبیلے سے ، اپنے ماحول سے اپنی جنم دھرتی سے الگ ہوا اور پانی کے طوفانی ریلوں نے اسے وہاں سے لڑھکا دیا وہاں سے لڑھکتے لڑھکتے ، ٹوٹتے ٹوٹتے ریزہ ریزہ ہوتے ہوتے ہزاروں میل کی صعوبتیں برداشت کر کے سمندر میں آ گرا

اے انسان ! تو جو ریت کا ایک ذرہ دیکھ رہا ہے یہ دراصل اپنی اصل میں ایک پہاڑ ہے جو ٹوٹ کر بکھر کر ریت کے ذرات میں تبدیل ہو گیا یہ ریت کیا ہے مٹی ہے یہی وہ مٹی ہے جو کبھی پہاڑ بن جاتی ہے یہی وہ مٹی ہے جو کبھی چٹان بن جاتی ہے۔ یہی وہ مٹی ہے جو کبھی محراب و منبر اور بت خانہ بن جاتی ہے۔ جب بت ، بت خانہ اور محراب و منبر ٹوٹ کر بکھرتے ہیں تو ریت سے ذرات میں تبدیل ہو جاتے ہیں گھنٹے کی صدا ہو ، ناقوس کی آواز ہو یا آدم کی اذان ہو سب ریت کے ایک گھروندے پر قائم ہیں۔ ریت کے اس گھروندے میں کوئی ہستی چھپی ہوئی بیٹھی ہے ہستی کا ادراک ہو جائے تو دنیا ہے۔ ہستی کا ادراک نہ ہو تو ہر چیز ریت کے اندر گم ہے گویا گھنٹے کی صدا ، بت ، بت خانہ سب ویرانہ ہے۔

روحانی ڈائجسٹ : جولائی 2002

یہ طاق اور ٹوٹے ہوئے در و دیوار
ذروں میں نظر آتے ہیں سارے آثار
ذروں میں ہے گرم شاعروں کی محفل
ذروں میں ہیں بند شاعروں کے اشعار

تشریح ! حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی یہ رباعی انتہائی فکر انگیز اور منفرد تصورات و احساسات کی حامل ہے۔ آپ کے نزدیک دنیا اور دنیا کی رونق بے ثباتی میں بھی وجود بقا کا پہلو رکھتی ہے۔ اور یہی منفرد فکر اور کمالات انسانی کی لافانیت کا یہی تصور آپ کی ذات اور آپ کے احساسات کو عام ذہنوں اور عام تصورات سے بلند و بالا رکھتا ہے۔

عظیم الشان محلات اور عیش گاہوں کے اجڑے ہوئے طاق اور ٹوٹے ہوئے در و دیوار سرسری نگاہ سے دیکھنے والوں کے لیے محض روزمرہ کی داستان دہراتے ہیں کہ دنیا کی ہر شے فانی ہے ہر شے کی تعمیر میں تخریب اور ہر کمال کا مقدر زوال ہے۔ اس سے زیادہ نہ یہ نگاہیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ ایسے ذہن اس سے ماوراء کوئی اور تصور قائم کر سکتے ہیں۔ مگر شاعر (حضور قلندر بابا اولیاءؒ شاعر کو فطرت کا مزاج شناس سمجھتے ہیں) کے نزدیک یہ تخریب و زوال کا عمل محض عبرت کی داستان ہی نہیں بلکہ اس کے تخلیقی ذہن اور گہرائیوں میں حقیقت تلاش کرنے والی نگاہوں کے سامنے ان محلات اور عیش گاہوں کے ٹوٹے ہوئے طاق اور در و دیوار کے ذروں میں وہ عظیم الشان عمارتیں ایک بار پھر پوری آب و تاب سے مکمل اور منور نظر آتی ہیں جن سے شاعر کی حسین یادیں وابستہ ہیں۔ اس بے ثباتی اور ٹوٹ پھوٹ کے عمل میں شاعر ان مقامات کی تصویر بھی دیکھتا ہے جن میں چند لمحے گزار کر یا جن محفلوں میں شریک ہو کر اس نے روداد دل بیان کی تھی۔ اور جن اشعار نے اس کی زندگی میں ہی قبولیت عام حاصل کر لی تھی۔ اب اگرچہ وہ در و دیوار اور وہ محفلیں اپنی خوبیاں اور رعنائیاں کھو کر داستان پارینہ بن گئی ہیں مگر شاعر کا کلام اور ان محفلوں کی یاد ابھی تک محفوظ ہیں۔ اس کی گواہی بھی شکستہ در و دیوار کے ذرے دے رہے ہیں۔ امتداد زمانہ سے مٹی کا ڈھیر مٹی میں مل گیا مگر روداد دل جو مادیت اور زمان و مکاں سے ماوراء ہے ابھی تک ان ذرات کے دل دھڑکن بنی ہوئی ہے۔

ہرگز نمیرد آں کہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

حسن اُخریٰ سید محمد عظیم برخیاؔ المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ (تعارف)

مادی کائنات غیب اور تخفی بساط پر قائم ہے۔ غیب میں نظر دیکھتی ہے کہ ناسوتی دنیا اور لاکھوں دنیائیں ایک بساط پر بستی ہیں۔ یہاں کوئی باپ ہے اور کوئی ماں ہے کوئی بچہ ہے۔ کوئی استاد ہے کوئی شاگرد ہے۔ کوئی دوست ہے کوئی دشمن ہے۔ کوئی گناہ گار ہے کوئی پاک باز ہے۔ دراصل یہ سب اسٹیج پر کام کرنے والے کرداروں کے مختلف روپ ہیں۔ جب ایک کردار یا سب کردار اسٹیج سے اتر جاتے ہیں سب ایک ہو جاتے ہیں اور ان کے اوپر سے دوئی کا طلسم ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ ایک راز ہے جس کی پردہ کشائی انبیاء کے وارث اولیاء اللہ کرتے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک برگزیدہ ہستی حضور قلندر بابا اولیاءؒ ہیں۔

حامل علم لدنی ، ابدال حق ، صدر الصدور ، مرد حق آگاہ ، راہنمائے معرفت ، فخر اولیاء ، عارف حق ، مرد قلندر ، وارث علوم سید الانبیاء ، روحانی ڈائجسٹ کے روح رواں ، امام سلسلہ عالیہ عظیمیہ حسن اُخریٰ سید محمد عظیم برخیاؔ المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ صرف ایک نام نہیں بلکہ ایک طرز فکر ہیں جو نوع انسانی کے لئے راہنمائی کا روشن مینار ہے۔ آپ نے نوع انسانی کو قرآن میں تفکر اور توحید باری تعالیٰ پر اتحاد کی دعوت نہایت عالمانہ لیکن موجودہ دور کے لیے عام فہم اور سائنسی انداز میں دی ہے۔ آپ نے فیضان نبوت کی مشعل معرفت کو اس طرح سے تھاما کہ اس کی ضیاء سے تا ابد تک سے تمام عالم منور ہو گیا۔

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی آپ کے بارے میں فرماتے ہیں !

" میں نے اس عظیم بندے کے چودہ سال شب و روز دیکھے ہیں۔ ذہنی جسمانی اور روحانی معمولات میرے سامنے ہیں۔ میں نے اس عظیم بندے کے دل میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے۔ میں نے اس عظیم بندے کے من مندر میں اللہ کو دیکھا ہے۔ میں نے اس عظیم بندے کے نقطۂ وحدانی میں کائنات اور کائنات کے اندر اربوں کھربوں سنکھوں مخلوق کو ڈوریوں میں بندھے ہوئے دیکھا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ کائنات کی حرکت اس عظیم بندے کی ذہنی حرکت پر قائم ہے اس لئے کہ یہ اللہ کا خلیفہ ہے۔ میں نے اس بندے کی زبان سے اللہ کو بولتے سنا ہے۔ "

قلندر بابا اولیاءؒ جیسی ہستیاں صرف کسی ایک قوم کے لئے نہیں ـــــــــ پوری نوع انسانی کا سرمایہ ہوتی ہیں۔ ایسے لوگوں کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی لوگ ان کی تعلیمات سے فیض یاب ہو کر اللہ کا عرفان حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی بات کو مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کتاب " تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ " کے پیش لفظ میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ !

" نورانی لوگوں کی باتیں بھی روشن اور منور ہوتی ہیں۔ زندگی میں ان کے ساتھ ایک لمحے کا تقرب سو سالہ اطاعت بے ریا سے افضل ہے اور عالم قدس میں چلے جانے کے بعد ان کی یاد ہزار سالہ اطاعت بے ریا سے اعلیٰ اور افضل ہے کیونکہ ایسے مقرب بارگاہ بندوں کے تذکرے سے آدمی کا انگ انگ اللہ تعالیٰ کی قربت کے تصور سے رنگین ہو جاتا ہے۔ "

آپ کی زندگی کے حالات وواقعات ، کشف وکرامات ، اسرار ورموز کی خوشبو سے معطر ملفوظات وارشادات عالیہ پر اب تک بہت کچھ جا چکا ہے لیکن آپ کی ذات مبارک الفاظ کے محور میں نہ سما سکی۔ الفاظ کے اس ردوبدل سے آپ کی عظیم ذات مبارک کو احاطہ الفاظ میں لانا تو ناممکن لبتہ کوشش ضرور کی جا سکتی ہے۔ مرشد کریم فرماتے ہیں !

" ہمارے لئے اس عظیم بندے کی شخصیت اور تعلیمات کو سمجھنے کی کوشش بھی کچھ کم اہمیت نہیں رکھتی۔ درحقیقت ان کوششوں سے خود ہماری اپنی شخصیت ایک نئی جہت اور کائناتی علم کے حوالے سے تفہیم وآگہی کی نئی راہوں سے روشناس ہوتی ہے۔ قلندر بابا اولیاء کی شخصیت اور تعلیمات میں تفکر خود اپنی شخصیت کو جلا بخشتا ہے۔ بڑے لوگوں کی عظمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ان کی ذات دوسروں کو نہ صرف راہنمائی عطا کرتی ہے بلکہ ان کی تعلیمات دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا ہوتی ہیں۔ "

زیر نظر سوانح حیات حضور قلندر بابا اولیاءؒ بھی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ اس بات سے متعلق کہ ایک ایسے مقرب بارگاہ بندے کا تذکرہ س سے آدمی کا انگ انگ اللہ تعالیٰ کی قربت کے تصور سے رنگین ہو جائے اور اس ہستی کی تعلیمات دکھوں اور پریشانیوں کا مداوا بن

مختصر سوانح حیات حضور قلندر بابا اولیاءؒ

تحریر و تحقیق : یاسر ذیشان عظیمی

بحوالہ روحانی ڈائجسٹ : قلندر بابا اولیاءؒ نمبر جنوری 2000 (صفحہ 261 تا 272)

یہ تمام تواریخ انتہائی احتیاط سے مرتب کی گئی ہیں اور اس سلسلہ میں حتی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ ان تواریخ سے متعلق باقاعدہ و مکمل ریکارڈ بھی حاصل کیا جائے۔ لیکن کچھ اہم ریکارڈ کی عدم دستیابی کی بناء پر قریب ترین عرصہ کا اندراج کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ امر لازم ہے کہ کسی واقعہ سے متعلق تاریخ میں اختلاف ہو۔ تاہم اس صورت میں یہ اختلاف معمولی اور قابل نظر انداز ہی ہوگا۔

1898	ولادت باسعادت	بمقام قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر صوبہ یوپی ، بھارت
1902	ابتدائی تعلیم	قصبہ خورجہ کے مکتب میں داخلہ لیا
1912	میٹرک	ہائی اسکول بلند شہر سے کیا
1913	انٹرمیڈیٹ	علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں داخلہ لیا
1913 - 14	ابتدائی تربیت	علی گڑھ قیام کے دوران درویشی کی طرف میلان بڑھ گیا۔ زیادہ وقت قبرستان کے پاس مولانا کابلیؒ کے حجرہ میں گزارتے۔ رات تشریف لے جاتے اور صبح گئے واپس آتے۔
1914 - 15	تاج الاولیاء	بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے پاس حاضری
1914 - 1922	تاج الاولیاء	بابا تاج الدین ناگپوریؒ کے پاس 9 سال تک قیام۔ بابا تاج الدینؒ نے روحانی تربیت فرمائی۔
1922 قبل از	والدہ کی وفات	زمانہ تربیت میں ہی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی والدہ ماجدہ سعیدہ بی بی چار بیٹیوں اور دو بیٹوں کو چھوڑ کر عالم بقا میں چلی گئیں۔ ایک ہمشیرہ کے علاوہ سب بچے حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے چھوٹے تھے۔ کوئی بھی باشعور نہ تھا۔ آپ بہن بھائیوں کی تربیت کیلئے کمر بستہ ہوگئے۔
1923 - 24	شادی اور دہلی میں قیام	بابا تاج الدینؒ کے ارشاد کے مطابق آپ کی شادی دہلی میں ان کے عقیدت مند کی صاحبزادی سے ہوگئی۔ شادی کے بعد دہلی میں قیام پذیر ہوگئے
1925	صحافت و شاعری	دہلی میں قیام کے دوران مختلف رسائل و جرائد کی صحافت اور شعراء کے دیوانوں کی اصلاح اور تربیت کا کام کرتے رہے۔ دن کو صوفی منش لوگ آپ کے پاس آتے اور تصوف کی محفلیں ہوتیں۔ جبکہ رات کو شاعر ادیب اور اہل ذوق حضرات آپ سے فیض یاب ہوتے۔
17 اگست 1925	تاج الاولیاء	بابا تاج الدین ناگپوریؒ وصال فرماگئے
1926	ناگپور چھوڑ دیا	وصال سے پہلے بابا تاج الدینؒ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد یہاں قیام نہ کرنا۔ چنانچہ نانا صاحب کے وصال کے بعد ناگپور آنا جانا ترک کردیا۔

1936	پہلی ملازمت	برطانوی ہندوستانی فوج میں ایک سال ملازمت کی۔
1937 اختتام	برما روانگی	فوجی ملازمت کے دوران برما روانگی اور زخمی ہونے پر ہسپتال داخل
1937	بڑے صاحبزادے	محترم آفتاب (مرحوم) کی ولادت ہوئی۔
1942	شاعری	اگرچہ قیام دہلی سے ہی شعراء کے دیوانوں کی اصلاح کیا کرتے تھے۔ تاہم دستیاب ریکارڈ کے مطابق 5 دسمبر 1942 کو " زار نزار " میں آپ کی غزل " عشق ہی میرا سفر ہے ، عشق ہی میرا کاشانہ ہے " شائع ہوئی۔
4 جولائی 1947	اعلان پاکستان	تقسیم سے قبل ہی بذریعہ خط اظہار خوشی اور مبارکباد
1947	پاکستان تشریف آوری	مہاجرین کے ساتھ پاکستان آئے۔
1948 اوائل	ابتدائی رہائش	کراچی میں بی مارکیٹ کے محلہ عثمان آباد میں رہائش
1948 ابتدائی وسط	باقاعدہ روزگار کا آغاز	پاکستان آ کر روزگار کے سلسلہ میں کراچی کے لارنس روڈ کی فٹ پاتھ پر بجلی کے فیوز لگانے کا کام کیا۔
1948 اختتام تا وسط 1951	باقاعدہ ملازمت کا آغاز	ڈان اخبار میں دو سال تک ملازمت کی۔ سب ایڈیٹر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔
1950	درون خانہ	بڑی صاحبزادی کی شادی کی جمیل صاحب سے ہوئی۔
1950	پیر اور مرشد کی پہلی ملاقات	خواجہ شمس الدین عظیمی اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی پہلی ملاقات اردو ڈان کے دفتر میں ہوئی۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اس موقع پر آپ کو کھانے کے لیے " پان " دیا۔
1953	دوسری ملاقات	خواجہ شمس الدین عظیمی اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی دوسری اور اہم ترین ملاقات۔ اسی ملاقات کے بارے میں خواجہ شمس الدین عظیمی فرماتے ہیں !" اور ہم دونوں ایک دوسرے کے ہو گئے "
1954 قبل از	نظام تکوین	نظام تکوین میں انتظامی ذمہ داری کا آغاز ہو چکا تھا۔
1954 وسط	تکوینی ملاقات	حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ اور حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی آمد اور اہم تکوینی ملاقات
1954	دوسری ملازمت	رسالہ نقاد میں کام
1956	باقاعدہ بیعت	حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ کے ہاتھ پر
1956	تفصیلات بیعت	حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ نے رات تین بجے سخت

سردیوں میں گرانڈ ہوٹل ، میکلوڈ روڈ کراچی میں رات تین بجے بلایا۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ رات ٹھیک دو بجے ہوٹل کی سیڑھیوں پر جا کر بیٹھ گئے ٹھیک تین بجے حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ نے دروازہ کھولا اندر بلایا اور سامنے بٹھا کر حضور بابا صاحبؒ کی پیشانی مبارک پر تین پھونکیں ماریں۔ پہلی پھونک میں عالم ارواح منکشف ہو گیا۔ دوسری پھونک میں عالم ملکوت و جبروت سامنے آ گیا تیسری پھونک میں حضور بابا صاحبؒ نے عرش معلیٰ کا مشاہدہ کیا۔ اسکے بعد حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ نے قطب ارشاد کی تعلیمات تین ہفتوں میں پوری کر کے خلافت عطا فرمائی۔

1957 قبل از	ناظم آباد میں سکونت	1-D ، 1/7 ناظم آباد میں مستقل سکونت اختیار کر لی
1957	لوح وقلم	لوح وقلم کا مسودہ خواجہ شمس الدین سے لکھوانا شروع کیا
1958 قبل از	دربارِ رسالت مآب ﷺ	دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کا آغاز ہو چکا تھا۔
1959	لوح وقلم	لوح وقلم کا مسودہ مکمل ہو گیا
1959 وسط	نام کی مقبولیت	زبانِ خلق پر حضور بھائی صاحب کے نام سے مقبولیت حاصل کی۔
1960 اوائل	خانوادہ	9 روحانی سلاسل کا خانوادہ بننا مکمل ہو چکا تھا۔
1960 جولائی	سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا قیام	دربارِ رسالت ﷺ سے سلسلہ عظیمیہ کے قیام کی منظوری حاصل کی
1964	تکوینی مصروفیات	تکوینی نظام میں بہت زیادہ مصروفیات بڑھ گئیں۔
14 اپریل 1964	بڑے صاحبزادے کی وفات	آفتاب احمد کار کے حادثے میں وفات پا گئے۔
1965 قبل از	خواجہ صاحب	خواجہ صاحب کے ہاں تشریف آوری کا آغاز ہو چکا تھا۔
1967 قبل از	خانوادہ	11 روحانی سلاسل کا خانوادہ بننا مکمل ہو گیا
1970 بعد از	عظیمیہ فاؤنڈیشن کا قیام	عظیمیہ ٹرسٹ فاؤنڈیشن کا قیام آپ کی حیات میں ہی ہو چکا تھا۔
1977 اوائل	بیماری کا آغاز	آپ کی صحت خراب ہونا شروع ہو گئی
1978 اوائل	بیماری میں اضافہ	بیماری نے طول پکڑنا شروع کر دیا۔ علاج معالجے سے بھی فرق نہ پڑا
1978 بعد از وسط	صحت کی شدید کمزوری	بیماری کے باعث صحت بہت کمزور ہو گئی حتیٰ کہ زیادہ وقت لیٹے ہی رہتے آخری دنوں میں خرابیٔ صحت کے باعث بولنے میں بھی تکلیف پیش آنے لگی۔
یکم دسمبر 1978	روحانی ڈائجسٹ کا اجراء	روحانی ڈائجسٹ کا پہلا شمارہ آپ کی زیرِ سرپرستی میں چھپا
1978	اللہ سے درخواست	جب بیماری حد سے بڑھ گئی اور کوئی علاج معالجہ بھی کارگر ثابت نہ

ہوا تو آپ کے قریبی عقیدت مند سراج صاحب نے آپ کی خدمت میں درخواست کی کہ آپ اس بیماری کو روحانی قوتوں سے ختم فرمائیں بابا صاحبؒ نے فرمایا " **میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ ہدایت کی ہے کہ میں عوام کی طرح دنیا میں رہوں اور عوام کی طرح علاج کراؤں اور عوام ہی کی طرح نقل مکانی کروں۔** "

یکم جنوری 1979	روحانی ڈائجسٹ	روحانی ڈائجسٹ کا دوسرا شمارہ آپ کی زیرِ سرپرستی چھپا اسکے بعد آپ کا وصال ہو گیا اور یوں آپ کی حیات میں ڈائجسٹ دو مرتبہ چھپ سکا۔
27 جنوری 1979	روحانی ڈائجسٹ	روحانی ڈائجسٹ کا تیسرا شمارہ چھپ کر تیار ہو چکا تھا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے وصال کی خبر آ گئی۔ ڈائجسٹ کی چھپوائی ہنگامی طور پر روک دی گئی اور یہ خبر ان سائیڈ ٹائٹل پر شائع ہوئی۔ **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن** ؕ
27 جنوری 1979	اخبارات	حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے وصال کی خبر روزنامہ جنگ روزنامہ جسارت اور روزنامہ ملت گجراتی نے نمایاں طور پر شائع کی۔

27 جنوری 1979	وصال	رات ایک بج کر دس منٹ بروز ہفتہ آپ اپنے خالقِ حقیقی کے حضور حاضر خدمت ہو گئے۔ اس وقت ڈائجسٹ کا تیسرا شمارہ تیار ہو چکا تھا جسے ہنگامی حالت میں روک کر ٹائٹل پر آپ کے وصال کی خبر ان الفاظ میں شائع کی گئی۔

"آہ قلندر بابا اولیاءؒ"

واحسرتا کہ آج دنیا اس وجودِ سرمدی سے خالی ہو گئی جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"میں اپنے بندوں کو دوست رکھتا ہوں اور میں ان کے کان ، آنکھ اور زبان بن جاتا ہوں پھر وہ میرے ذریعے سنتے ہیں ، میرے ذریعے بولتے ہیں اور میرے ذریعے چیزیں پکڑتے ہیں۔"

27 جنوری 1979 تجہیز و تکفین

کفن	آبِ زمزم میں ڈوبا ہوا بڑی پھوپھو جنیدہ صاحبہ
تولیہ احرام	طاہر بھائی صاحب
سامان غسل	شمشاد احمد صاحب
غسل	بھائی علی اللہ
نمازِ جنازہ	بعد نمازِ عصر مسجد طیبہ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب نے پڑھائی
قبر کی جگہ	حاتم نیون جی ARCHITECT نے محلِ وقوع کا انتخاب کیا
اندر کی اینٹیں	جمیل صاحب
سلیب	خواجہ شمس الدین عظیمی
سیمنٹ	علی اللہ صاحب
قبر کی لمبائی	سات فٹ اندر کی طرف ، آٹھ فٹ صندوق تعویذ
قبر کی چوڑائی	چار فٹ اندر سے
قبر میں اتارا	علی اللہ، سراج اندر اترے۔ شمشاد ، خالد قادری ، وقار یوسف صاحبان اوپر رہے۔
تلقین	سرہانے کی جانب خواجہ شمس الدین عظیمی
لحد مبارک	پائے مبارک کی جانب مولوی خلیل الرحمٰن صاحب
	جس وقت مٹی دی جا رہی تھی اس وقت مغرب کی اذان ہو رہی تھی۔

آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق عظیمیہ ٹرسٹ فاؤنڈیشن کے شمالی حصہ میں سپردِ خاک کیا گیا۔

وصال :

1977 سے پیشتر حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے آٹھ ماہ تک چوبیس گھنٹے میں صرف ایک پیالہ دودھ پر گزارا کیا۔ تین روز پہلے کھانا اور پینا بالکل چھوڑ دیا۔ ایک ہفتے پہلے ہی اس بات کا اعلان فرما دیا کہ اب میں زیادہ سے زیادہ ایک ہفتے کا مہمان ہوں۔ جس روز وصال ہوا اس روز آپ نے وقار احمد جمیل صاحب سے فرمایا کہ آج تم کہیں نہ جانا میرا کچھ پتہ نہیں۔ وصال والی رات دس بجے خانوادہ سلسلہ عظیمیہ حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کو طلب فرمایا۔ عظیمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے وصال سے پہلے مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا۔ **"خواجہ صاحب ! مشن کو پھیلانے والے لوگ دیوانے ہوتے ہیں۔"** پھر مجھ سے فرمایا آپ میری بات سمجھ گئے ؟ میں نے عرض کیا "حضور! میں آپ کی منشاء اور آپ کی ہدایت کو سامنے رکھ کر سلسلے کی پیش رفت میں انشاءاللہ دیوانہ وار کام کروں گا۔" حضور قلندر بابا اولیاءؒ خوش ہوئے اور میرے سر پر ہاتھ رکھا۔ پھر پیشانی پر انگلیوں کے پورے سے دائرے بناتے رہے اور پھونک مار کر فرمایا "اللہ تمہارا حامی و ناصر ہے" **رات ایک بج کر دس منٹ پر آپ اپنے خالق حقیقی کے حضور مستقل حاضری میں چلے گئے۔**

حضرت عظیمی صاحب بیان کرتے ہیں کہ !

" آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں انسانوں کے علاوہ لاکھوں فرشتے بھی صف بستہ تھے۔ سید الانبیاء سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ، عاشق رسول حضرت اویس قرنیؓ ، سرتاج الاولیاء حضرت غوث اعظم اپنے معزز فرزند سعید کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ حد نظر تک اولیاء اللہ کی ارواح کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ "

27 جنوری 1861 اور 27 جنوری 1979

" سوانح حیات بابا تاج الدین ناگپوریؒ " میں لکھا ہے کہ عام روایت کے مطابق حضور بابا تاج الدین اولیاء سرکارؒ کامٹی ناگپور میں 5 رجب المرجب 1277ھ بمطابق 27 جنوری 1861ء کو پیر کے دن صبح فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ حسین اتفاق یہ ہے کہ 118 سال بعد 1979 کو اسی دن یعنی 27 جنوری کو حضور قلندر بابا اولیاءؒ (نواسہ بابا تاج الدین ناگپوریؒ) فجر سے چند گھنٹے پہلے صبح ایک بج کر دس منٹ پر خالق حقیقی کے حضور مستقل حضوری میں چلے گئے۔

بحوالہ : سوانح حیات بابا تاج الدین ناگپوریؒ - مرتبہ : سہیل عظیمی - صفحہ 21 - 20

نام مبارک :

مکمل نام: حسن اُخریٰ سید محمد عظیم برخیا المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ

حسن اُخریٰ: اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو جب حضور علیہ الصلوۃ و السلام روحانی طور پر تعلیمات دے کر فارغ کرتے ہیں تو ایک نام عطا فرماتے ہیں اور بعد میں اسی نام سے یاد فرماتے ہیں ۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے "حسن اُخریٰ" کا لقب عطا فرمایا ۔ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں انہی الفاظ سے مخاطب کئے جاتے ہیں ۔ اس نام کی مناسبت قلندر بابا اولیاءؒ کے ننھیالی جدی نام "حسن مہدی" سے بھی ہے۔

سید: نجیب الطرفین سادات ہونے پر سید کہلائے جاتے ہیں۔

محمد عظیم: پیدائش پر والدین نے یہ نام رکھا۔

برخیا: شعر و سخن کے شوق سے وابستگی کی خاطر "برخیا" کا تخلص اختیار کیا۔

قلندر بابا اولیاءؒ: ملائکہ ارضی و سماوی اور حاملان عرش میں اسی نام سے جانے جاتے ہیں اور بعد از وصال بھی نام آپ کے چاہنے والوں کی زبان پر ہے۔

بھیا: ڈان کے دفتر میں سب آپ کو بھیا کہتے تھے۔

بھائی صاحب: آپ کے چھوٹے بھائی آپ کو اس نام سے پکارتے تھے اس لئے دیگر افراد نے بھی آپ کو اسی نام سے پکارنا شروع کر دیا اور آپ بھائی صاحب کے نام سے بھی جانے گئے۔

حضور بھائی صاحب بھائی صاحب کے ساتھ حضور کا اضافہ ڈاکٹر عبد القادر نے کیا جو کہ سلسلہ کے صاحب اختیار بزرگ ہیں۔

اگرچہ اب آپ بھائی صاحب نہیں کہلوائے جاتے لیکن حضور کا یہ اضافہ آج تک برقرار ہے۔

اماں: حکیم وقار یوسف عظیمی اور ان کے بہن بھائی وغیرہ بچپن میں اس نام سے پکارتے تھے۔

باوا صاحب: ڈاکٹر عبد القادر خود آپ کو مخاطب کرتے وقت باوا صاحب کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

اولاد :

صلبی: محترم آفتاب احمد مرحوم ، محترم شمشاد احمد ، محترم رؤف احمد عظیمی
محترمہ سلیمہ خاتون ، محترمہ تسلیمہ خاتون

روحانی: نوع انسانی ، نوع جنات و دیگر انواع عالم

روحانی ورثہ تصنیفات :

☆ رباعیات قلندر بابا اولیاءؒ "علم و عرفان کا سمندر"

امور ہائے تصوف اور نظام کائنات کے متعلق شاعری کی یہ تصنیف آپ کے وصال کے بعد شائع ہوئی۔

☆ لوح و قلم "اسرار و رموز کا خزانہ"

لوح محفوظ اور کائنات سے متعلقہ قوانین پر مشتمل یہ جامع تصنیف آپ کے وصال کے بعد شائع ہوئی۔

☆ تذکرہ تاج الدین باباؒ "ماورائی علوم کا بحر بیکراں"

کشف و کرامات اور ماورائی علوم کی توجیہات پر یہ تصنیف آپ کی حیات میں ہی شائع ہوئی۔

☆ قدرت کی اسپیس "کائناتی فارمولوں کا ریکارڈ"

آپ کی حیات میں پہلی بار گجراتی زبان میں شائع ہوئی بعد میں خالد نیاز نے اس کا اردو ترجمہ کیا اور یہ دوبارہ آپ کے وصال کے بعد جنوری 1992 میں اردو زبان میں شائع ہوئی۔ اس کی آمدن مزار کے لئے وقف ہے۔

حلیہ مبارک

آپ کا قد بہت مناسب ، چہرہ پر وقار ، چوڑا ماتھا ، ابھرے ہوئے ابرو ، سر کے بال بہت مناسب ، داڑھی گھنی اور چھوٹی ، جبکہ سر اور داڑھی کے بال دس پندرہ روز میں روز ترشواتے۔ سر کے بال کبھی ایک انچ سے اور داڑھی کے بال نصف انچ سے نہ بڑھائے تھے۔ سر پر نہ کبھی استرا پھروایا اور نہ کبھی زلفیں رکھیں۔ آنکھیں نہ بہت چھوٹی نہ بہت بڑی ، گال گوشت سے بھرے ہوئے اور چوڑی ناک ، مضبوط کندھے اور بازو ہاتھ اور انگلیوں پر بہت ہی مناسبت سے گوشت کا ابھار۔ آپ اکثر اوقات قمیض اتار کر رکھتے تھے جس سے اوپری جسم عیاں ہوتا تھا۔ چہرہ ، گردن کندھے ، سینہ ، کمر غرض کسی بھی حصہ میں کوئی ہڈی نمایاں نہ ہوتی تمام جسم پر گوشت بہت مناسب تھا جس سے آپ کی جسمانی وضع بہت ہی مناسب اور خوبصورت تھی۔ چہرہ دیکھنے سے ایک بہت ہی باوقار سلجھے ہوئے اور صاحب علم ہونے کا عکس دیتا تھا۔ طبیعت میں متانت اور سنجیدگی ایک خاص وقار سے نمایاں تھی دانت بہت ہی چمکدار تھے جیسے موتی۔

قادری العظیمی بتاتے ہیں کہ ایک روز میں نے داڑھی کے متعلق دریافت کیا کہ از روئے قرآن و حدیث اس کی حد کتنی ہے اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش مبارک کیسی تھی ؟ اور صحابہ کرامؓ بالخصوص خلفائے راشدینؓ جن سے بڑھ کر متبع شریعت کوئی نہیں ہو سکتا ان کی داڑھیاں کتنی لمبی تھیں ؟ ارشاد فرمایا " قرآن میں داڑھی کی لمبائی چوڑائی کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے۔ داڑھی سے متعلق حدیث بھی صرف ایک ہے باقی سب موضوع ہیں۔ اس کے بعد فرمایا ! " ہماری دربار رسالتؐ میں ہفتہ میں دو بار تو ضرور حاضری ہوتی ہے وہاں خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین بھی موجود ہوتے ہیں۔ ہم جو وہاں دیکھتے ہیں وہ تو یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ریش انور کے موئے مبارک گھونگھر والے پیچیدہ ، پیچ دار اور جسم اطہر پر ایک انگل کے قریب لمبے نظر آتے ہیں اور بڑے خوبصورت لگتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کی داڑھی گھنی ہے ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کی داڑھیاں اس سے بڑی ہیں اور حضرت علیؓ کی داڑھی تو چڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ "

خاندانی پس منظر :

آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ آپ کا خاندانی سلسلہ گیارہویں امام حضرت حسن عسکری سے جاملتا ہے۔ ددھیال اور ننھیال دونوں جانب سے آپ کے جدامجد حضرت فیصل مہدی عبداللہ عرب حضرت امام حسن عسکری کی آل اولاد میں سے تھے۔ حضرت فیصل مہدی مدینہ منورہ سے ہندوستان تشریف لے آئے تھے اور یہاں آکر مدراس میں مقیم ہوگئے۔ آپ کے ایک صاحبزادے حضرت حسین مہدی رکن الدین مدراس سے کشمیر آگئے اور پھر یہاں سے ہری پور ہزارہ میں آکر سکونت اختیار کرلی۔ آپ نے 149 سال اور 8 ماہ کی طویل عمر پائی جبکہ آپ کے دوسرے صاحبزادے حضرت حسن مہدی جلال الدین مدراس میں ہی قیام پذیر رہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی ددھیال حضرت حسن مہدی رکن الدین کی اولاد میں اور ننھیال حضرت حسن مہدی جلال الدین کی اولاد میں سے ہے۔ حضرت حسن مہدی رکن الدین کی اولاد میں سے دو نام بہت قابل تذکرہ ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک مخدوم حسین مہدی جمال الدین ہیں جو کہ اللہ دین کی عرفیت سے جانے جاتے ہیں جبکہ دوسرے حسین مہدی بدیع الدین شیر دل ہیں جن کی اولاد میں سے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے والد محترم تھے۔ جبکہ آپ کی ننھیال حضرت حسن مہدی جلال الدین کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کے ننھیال کے خاندان میں سے کئی صاحب ولایت بزرگ گزرے ہیں۔ مغل شہنشاہوں نے انہیں بہت سی جاگیریں نذر کی ہوئی تھیں۔ انہی میں سے ایک سعد الدین مہدی تھے جو مغلیہ دور میں فوجی افسر ہوکر دہلی آئے۔ بادشاہ دہلی کی طرف سے انہیں " ابار " نام کا ایک موضع بطور جاگیر دیا گیا۔ مغل شہنشاہ فرخ سیر کے زمانہ میں صوبے کے گورنر نواب مالاگڑھ نے حقوق جاگیرداری ضبط کرلیے اور صرف کاشتکاری کی حیثیت باقی رہ گئی۔

چونکہ آپ کے ننھیال کا وطن کولار (مدراس) ہے۔ اس لئے آپ کے خاندانی بزرگوں کی رہائش کی نسبت سے یہ شہر " **کولار شریف** " کہلاتا ہے اور آپ کے ننھیال کے بزرگ " **پیرزادہ کولار شریف** " کے نام سے مشہور ہیں۔ حضرت سید قادر صاحب بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ بعض وجوہات کی بناء پر سید قادر صاحب اپنی آبائی جاگیر وغیرہ میں سے دستبردار ہوکر فوج میں ملازم ہوگئے اور ترقی کرتے کرتے صوبیدار میجر کی عہدے تک پہنچ گئے تھے۔ آپ کے ایک ہی صاحبزادے تھے۔ جن کا نام حضرت سید علی صاحب تھا اور ایک ہی صاحبزادی حضرت سیدانی بی اماں تھیں جو کہ اپنے وقت کی صاحب ولایت خاتون تھیں۔ ان کا مزار آج بھی مرجع خلائق خاص و عام ہے۔

حضرت سید علی صاحب کے صاحبزادے حضرت سید حیدر صاحب فوج میں نائیک تھے۔ آپ کا تبادلہ کامٹی ناگپور میں ہوگیا جہاں آپ نے مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ ان کی اولاد میں سے بابا تاج الدینؒ کے دادا جمال الدین تھے۔ آپ کے چار صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھی۔ جن میں سے سب سے بڑے صاحبزادے حضرت سید حسن مہدی بدرالدین صاحب تھے۔ بدرالدین مہدی ساگر ڈپو میں صوبیدار تھے۔ ساگر ہندوستان کے صوبے یوپی میں واقع ہے۔

حضرت سید بدرالدین کی شادی حضرت میراں شاہ کی صاحبزادی حضرت مریم بی صاحبہ سے ہوئی جن میں سے آپ کے اکلوتے صاحبزادے حضرت سید محمد تاج الدین ہیں۔ جنہیں دنیا **شہنشاہِ ہفت اقلیم ، تاج الاولیاء بابا تاج الدین ناگپوری سرکارؒ** کے نام سے جانتی ہے۔ جبکہ حضرت سید حیدر صاحب کے دوسرے صاحبزادے حضرت سید حسن مہدی صدرالدین تھے۔ حضرت صدرالدین کے دو صاحبزادے تھے جن میں حضرت حسن مہدی ظہورالدین تو لاولد رہے جبکہ حضرت حسن مہدی سراج الدین کی اولاد میں سے محترمہ سعیدہ تھیں جو کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی والدہ گرامی قدر ہیں۔ حضرت بابا تاج الدین ناگپوری سرکار اگرچہ غیر شادی شدہ تھے لیکن رشتہ میں وہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے نانا لگتے تھے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے والد محترم حکومت برطانیہ کے تحت دہلی ٹول ٹیکس میں محرر تھے۔ انہوں نے بعد میں تحصیل میں بھی ملازمت کی۔

آپ کا خاندانی سلسلہ اس طرح سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاملتا ہے

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

امام حسن عسکری (گیارھویں امام)

فیصل مہدی عبداللہ عرب

" دادھیال اور ننھیال دونوں جانب سے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے جدامجد "

حضرت حسین مہدی رکن الدین

" حضور قلندر باباؒ کے دادھیال "

حسین مہدی جمال الدین

حسین مہدی بدرالدین شیردل

والدگرامی حضور قلندر بابا

حضرت حسن مہدی جلال الدین

" حضور قلندر باباؒ کے ننھیال "

سعدالدین مہدی

سید قادر صاحب

سیدانی بی اماں

سید علی صاحب

سید حیدر صاحب

جمال الدین

سید مہدی بدرالدین

باباتاج الدین ناگپوریؒ

سید حسن مہدی صدرالدین

حسن مہدی ظہورالدین

حسن مہدی سراج الدین

محترمہ سعیدہ والدہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ

امام سلسلہ عالیہ عظیمیہ حسن اُخریٰ سید محمد عظیم برخیاؔ المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ

آپ کا تکوینی عہدہ اور مقام

حسن اخریٰ سید محمد عظیم برخیا المعروف حضور قلندر بابا اولیاءؒ عالمِ تکوین اور روحانی دنیا میں کس مقام پر فائز ہیں وہاں تک ہمارے ادراک کی رسائی نہیں۔ شاید اس کو وہی سمجھ سکیں جب ان کا شعور ترقی کر جائے گا تو وہ قلندر باباؒ کے مقام و مرتبے سے آشنا ہو جائیں گے۔ ہم حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مقام اور مرتبے کو جاننے کے لئے نظامِ تکوین کو سمجھنے کی کوشش ضرور کی جا سکتی ہے۔

جس طرح دنیا میں کسی حکومت یا انتظام کو چلانے کے لیے مختلف شعبے اور MINISTRIES قائم کی جاتی ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا انتظام چلانے کے لئے باقاعدہ ایک سیکرٹریٹ قائم کیا ہوا ہے جسے نظامِ تکوین کہتے ہیں۔ اس نظام میں مختلف عہدے ہوتے ہیں جیسے نجبا ، نقبا ، ابرار ، اخیار ، اوتاد ، مخدوم شاہ ولایت ، صاحب خدمت ، اہل نظامت ، اہل تفصیل ، غوث ، مدار تفہیم ، قطب ، قطب عالم ، قطب تفہیم ، قطب تعلیم ، قطب مدار ، قطب الاقطاب ، کوچک ابدال ، ابدال حق ، ممشلین ، صدر الصدور وغیرہ۔

اولیاء اللہ کا ایک نہایت برگزیدہ گروہ "اقطاب" کہلاتا ہے۔ یہ گروہ تکوینِ عالم کی ذمہ داریوں کو سر انجام دیتا ہے۔ قطبِ عالم ایک ہوتا ہے عالمِ غیب میں اس کا نام عبداللہ ہوتا ہے۔ ہر بستی ہر شہر میں ایک قطب ہوتا ہے۔ قطب کے معاون اولیاء اللہ کا گروہ "ابرار" کہلاتا ہے۔ تکوینِ عالم کے کاموں میں مصروف ان اولیاء اللہ کی تعداد بدلتی جاتی ہے۔ نظامِ تکوین میں جو حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والے حکم اور پالیسیوں کی تفصیلات مرتب کرتے اور انہیں حتمی شکل دیتے ہیں "اہل نظام" کہلاتے ہیں۔ اہل نظامت کی مرتب کردہ پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے والے لوگ "اہل تفصیل" کہلاتے ہیں۔ نظامِ تکوین میں یہ حضرات اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

اسی طرح نظامِ عالم پر مقرر اولیاء اللہ کا طبقہ "ابدال" کہلاتا ہے۔ ان کی تعداد مقرر ہوتی ہے۔ ان کا کام انتظامِ عالم کی نگرانی ہے۔ ان کی تقسیم کچھ اس طرح ہوتی ہے۔ تیس کوچک ابدال ہوتے ہیں جن میں سے بڑے حضرت خضرؑ اور چھوٹے حضرت الیاسؑ کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ چار بڑے ابدال جنہیں ممشلین الیات یا صدور کہا جاتا ہے۔ انہی میں سے ایک صدر الصدور کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہوتا ہے۔ باقی تین صدر ابدال بھی اس کی زیرِ نگرانی ہوتے ہیں۔ صدر الصدور تکوینی نظام کا کنٹرولر ہوتا ہے۔ اس وقت ابدالِ حق حضور قلندر بابا اولیاءؒ صدر الصدور کے عہدہ پر فائز ہیں۔

قلندر بابا اولیاءؒ اللہ تعالیٰ کے نظامِ تکوین کے تحت کائنات کے ایک ذخیرے کے نگران ہیں جس میں 12 کھرب آباد و غیر آباد نظام ہائے شمسی ہیں جبکہ ہر نظام میں ایک سورج ، کم از کم 8 ، 9 یا 10 سیارے ہوتے ہیں۔ ان نظاموں میں ایک ہمارا نظامِ شمسی ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ ہر سال 15 شعبان کو اپنے ذخیرے کا بجٹ بنا کر اللہ تعالیٰ کو پیش کرتے اور آئندہ سال کے لیے ہدایات لیتے۔ تکوین کا کام کرتے وقت چالیس سوالوں کو سننا ، سمجھنا اور فوراً جواب دینا۔ 25 سے 35 فرشتوں کی بیک وقت آواز سننا اور آرڈر دینا جبکہ کائنات کا کام کرتے وقت ایک گھنٹے میں ایک کروڑ فائل دیکھنا اور چیک کر کے دستخط کرنا آپ کا معمول تھا۔

مقام ولایت :

حضور قلندر بابا اولیاءؒ تمام اولیاء کی تاریخ میں واحد بزرگ ہیں جو کہ 21 روحانی سلاسل کے مربی و مشفق ہیں اور 11 روحانی سلاسل کے خانوادہ ہیں۔ اسی طرح تمام اولیاء میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ انہوں نے روحانی اور آسمانی علوم کو محفوظ کرنے کے لئے انہیں باقاعدہ دستاویز (کتاب لوح و قلم ، رباعیات) کی صورت میں نوعِ انسانی کے لئے مرتب کیا۔

آپ درج ذیل روحانی سلاسل کے خانوادہ ہیں۔

سلسلہ نوریہ	سلسلہ قلندریہ	سلسلہ فردوسیہ	سلسلہ چشتیہ
سلسلہ قادریہ	سلسلہ نقشبندیہ	سلسلہ سہروردیہ	سلسلہ طاؤسیہ
سلسلہ تاجیہ	سلسلہ جنیدیہ	سلسلہ سہوریہ	

آپ کی باقاعدہ روحانی تعلیم و تربیت بابا تاج الدینؒ نے کی۔ اور پھر بیعت کے بعد حضرت ابوالفیض قلندر سہروردیؒ نے قطب ارشاد کی تعلیمات تین ہفتوں میں پوری کر کے خلافت عطا کی۔ اس کے علاوہ آپ کو ان اصحاب سے نسبت فیضان حاصل ہے :

مولانا کابلیؒ		براہ راست تعلیم دی
تاج الاولیاء بابا تاج الدین ناگپوری سرکارؒ	خانوادہ	براہ راست تعلیم دی
حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردیؒ	خانوادہ	براہ راست تعلیم دی
حضرت حسن عظمی سراج الدین بندگی شاہؒ	خانوادہ	براہ راست تعلیم دی
حضرت حسن کبری مہدی ظہور الدین عبدالمقتدرؒ	خانوادہ	براہ راست تعلیم دی
حضرت محمد صغری تاج الدینؒ (چراغ الدین)	خانوادہ	براہ راست تعلیم دی
حضرت شیخ بہاء الحق الدین زکریا ملتانیؒ	خانوادہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ	خانوادہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت شرف الدین بوعلی شاہ قلندرؒ	خانوادہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت نجم الدین کبریٰ شیخ کبیرؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت ممشاد دینوریؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت ذوالنون مصریؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت شیخ غوث اعظم عبدالقادر جیلانیؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت شیخ بہاء الحق نقشبندی خواجہ باللہؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت ابوالقاہرؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت بایزید بسطامیؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت امام موسیٰ کاظم رضاؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
حضرت عبدالقاسم جنیدی بغدادیؒ	امام سلسلہ	بطریق اویسیہ تعلیم دی
باب علم حضرت علی کرم اللہ وجہہ		بطریق اویسیہ تعلیم دی
سیدالانبیاء سرور کونین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم		براہ راست تعلیم دی

جب تعلیم کا یہ سلسلہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا تو آپ نے براہ راست علم لدنی عطا فرمایا اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہمت اور نسبت کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں پیشی ہوئی اور خالق کائنات سے اسرار و رموز کا علم عطا ہوا۔

لباس عمدہ مگر سادہ استعمال کرتے۔ قمیض کا کالر نہیں ہوتا تھا۔ پاجامہ چوڑے پائنچے کا موری تقریباً 6 انگل لوئی ہوئی۔ گرمیوں میں صرف قمیض پاجامہ زیب تن کرتے۔ لیکن سردیوں میں کہیں جب باہر تشریف لے جاتے تو شیروانی اور ٹوپی ضرور پہنتے۔ جناح کیپ استعمال کرتے تھے۔ لباس عموماً سفید رنگ کا زیب تن کرتے تھے۔ جوتے ہمیشہ براؤن پہنتے۔ سیاہ رنگ جوتے استعمال نہیں کرتے تھے۔ فرماتے تھے جو آفاقی شعاعیں Cosmic Rays دماغ پر وارد ہوتی ہیں۔ جسم میں دور کرتے ہوئے پیروں کے راستے میں جذب ہو جاتی ہیں۔ لیکن اگر سیاہ رنگ کے جوتے پہنے جائیں تو سیاہ رنگ ان کو جذب کر کے زمین تک نہیں جانے دیتا جس سے جسم اور ذہن کو نقصان ہوتا ہے۔ آپ بہت ہی مہمان نواز طبیعت کے مالک تھے۔ کوئی خاص کھانا پسند نہ تھا نہ ہی کوئی تکلف کرتے تھے۔ جو سامنے آیا وہی کھا لیتے البتہ اچھے کھانے کا شوق بھی فرماتے تھے۔ لیکن عموماً خوراک سادہ ہی ہوتی۔

باباصاحبؒ نے استعمال کی ہر چیز کی ایک جگہ مقرر کر رکھی تھی۔ شیروانی ، دھل کر آئے ہوئے کپڑے بستر پر تکیہ ، پائنتی پر چادر ، تکیے کے بائیں جانب ٹوپی غرض ہر چیز اپنی جگہ پر موجود ہوتی تھی۔ کوئی نہ کوئی کتاب آپ کے مطالعے میں ضرور رہتی جو عموماً تکیے کے نیچے بائیں جانب موجود رہتی اور ساتھ میں قلم بھی ہوتا۔ کتابوں کی الماری میں کتابیں ایسی ترتیب سے ہوتیں کہ کہتے فلاں خانے میں دائیں طرف تیسری کتاب یا بائیں جانب پانچویں کتاب فلاں مضمون پر ہے نکالو۔ حتیٰ کہ جوتے اتارتے وقت اس التزام سے رکھتے کہ جوتے ایک سوت سے بھی آگے پیچھے نہ ہوتے۔ مزاح خود بھی فرماتے اور دوسروں کی شگفتہ باتوں بھی پسند فرماتے۔ تبسم فرماتے یا ہنستے لیکن کبھی قہقہہ نہیں لگاتے تھے۔ مزاح ہمیشہ ایسا فرماتے جس سے محفل میں تہذیب واخلاق بھی رہے اور شگفتگی بھی ہو جائے۔

بچوں سے خاص الخاص شفقت فرماتے ان کی ہر بات سنتے تمام عمر کسی بھی بچے سے سختی نہ کی۔ دوسروں کو بھی شفقت کی تلقین کرتے۔ بچوں کی دل آزاری سے گریز فرماتے اور بچوں کی خوشی کو ہمیشہ مقدم رکھتے۔ دوسروں سے اچھے برتاؤ اور حسن سلوک پر خاص زور دیتے اور خود تو خاص الخاص اس پر عمل پیرا رہتے۔ آپ کی تمام باتوں میں محبت کا پہلو نمایاں رہتا تھا۔ قلندر بابا نے کبھی زندگی میں صابن سے ہاتھ نہ دھوئے گرم پانی سے ہاتھ دھو کر تولیے سے صاف کر لیا کرتے تھے۔ ہاتھ دھونے میں کافی وقت صرف ہو جاتا تھا۔ جب تک ہاتھ میں لگی ہوئی چکنائی دور نہیں ہو جاتی تھی ہاتھ دھوتے رہتے تھے۔ جھوٹ سے سخت نفرت کرتے سب کو نصیحت کرتے کہ نہ بڑے جھوٹ بولیں اور نہ بچے جھوٹ بولے۔ نہ تو فضول خرچ تھے اور نہ ہی نمود ونمائش کے قائل۔ ہمیشہ سادگی پسند کرتے تھے۔ اپنے تمام فرائض کی ادائیگی میں بہت پابند تھے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے۔ چیخ کر بلانے کو سخت ناپسند کرتے۔ جو ذرا اونچی آواز میں بولتا اسے تاکید فرماتے کہ " ارے بھائی آہستہ بولو بلاوجہ کیا بلڈ پریشر ہائی کرنا " اگر جواب میں کہا جاتا " بھائی صاحب عادت بن گئی ہے " تو آپ فرماتے " کیا عادت بن گئی ہے —— بنائی ہے ! صحیح کرو کیا فائدہ اتنی زور سے کیوں بولتے ہو۔" اس سلسلے میں ہمیشہ نصیحت کرتے " آواز کمرے سے باہر نہیں جانی چاہیے اور نہ دوسرے کمرے میں آواز سے کوئی پریشانی ہو۔

وقت کی بہت زیادہ پابندی کرتے۔ کہیں جانا ہوتا تو مخصوص وقت پر تیار ہوتے اور پورے وقت پر پہنچ جاتے۔ پورے وقت پر تمام کام کرتے۔ بہت مہمان نواز تھے۔ ہر آنے والے کچھ نہ کچھ پیش کرتے۔ تمام زندگی کبھی کوئی مہمان خالی واپس نہ گیا۔

بہت کم گو تھے۔ فضول گفتگو سے پرہیز کرتے۔ مقابل کی ذہنی سطح اس کی ضرورت اور سمجھ بوجھ کے مطابق گفتگو فرماتے۔ کوئی بات بتاتے وقت اکثر وبیشتر عموماً افہام وتفہیم کے لیے اپنے ساتھ یا اپنے سامنے ہونے والے واقعات کو بنیاد بنا کر کسی خیال یا نقطہ کو پیش کیا کرتے تھے۔ اس سے حقیقت بیانی اور صداقت نظریہ اور خیال کے متعلق کوئی ابہام یا عدم صداقت کا شائبہ نہیں ہوتا تھا۔ آپ کے دوست سید نثار علی بخاری بتاتے ہیں کہ آپ اپنے والد صاحب کا بے حد احترام کرتے۔ ان کے سامنے ہمیشہ نیچی آواز میں بولتے اور نظریں نیچی رکھتے۔

ارشادات عالیہ :

یوں تو آپ کے ارشادات مبارک اتنے ہیں کہ ان پر کئی جامع کتابیں بھی تحریر کی جائیں تو بھی ان میں کمی واقع نہ ہو۔ یہاں پر چند ارشادات مبارک پیش خدمت ہیں جو نوع انسانی کے لئے ایک پیغام ہیں۔

☆ اصل رشتہ روحانی رشتہ ہے۔

☆ سکون ایک کیفیت کا نام ہے جو یقینی ہے اور جس کے اوپر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔

☆ آدمی آدمی کی دوا ہے۔

☆ استغنا بغیر یقین کے پیدا نہیں ہو سکتا اور یقین کی تکمیل بغیر مشاہدے کے نہیں ہوتی۔

☆ کسی کو اپنا بنانے کے لئے اپنا بہت کچھ کھونا پڑتا ہے۔

☆ قرآنی پروگرام کے دونوں اجزا (نماز اور روزہ) روح اور جسم کا وظیفہ ہیں۔ وظیفے سے مراد حرکت ہے جو زندگی کو قائم رکھنے کے لئے انسان پر لازم ہے۔

☆ آیات الٰہی سے مراد ایسی نشانیاں ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں توجہ دلائی ہے۔

☆ اپنے نفس کا عرفان انسان پر معرفت الٰہیہ کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

☆ ایمان سے مراد ذوق ہے۔ ذوق وہ عادت ہے جو تلاش میں سرگرداں رکھتی ہے۔

☆ ایک مرتبہ مرید اور مرشد کے آپس کے تعلق کے حوالے سے بتایا کہ

> **" مرید اور مرشد کا رشتہ استاد و شاگرد ، اولاد اور باپ کا ہے۔ مرید مرشد کا محبوب ہوتا ہے۔ مرشد مرید کی افتادِ طبع کے مطابق تربیت دیتا ہے۔ اس کی چھوٹی بڑی غلطیوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ نشیب و فراز اور سفر کی صعوبتوں سے گزر کر اس مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ جہاں پُر سکون زندگی اس کا احاطہ کر لیتی ہے۔"**

آپ کا یہ ارشاد مبارک ہم سب کے لیے مشعل راہ ہے : " میری روحانی اولاد مجھے خوش دیکھنا چاہتی ہے تو اس کے اوپر فرض ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو اللہ کی مخلوق کی خدمت کرے۔ تصورِ شیخ اور مراقبہ کے ذریعے اپنی روح کا عرفان حاصل کیا جائے۔ دنیاوی معاملات میں پوری کوشش کی جائے لیکن نتیجہ اللہ کے اوپر چھوڑ دیا جائے۔ کوشش کی جائے کہ کسی کی حق تلفی نہ ہو۔ نہ اپنی نہ دوسروں کی۔ بڑوں کا احترام اور بچوں پر شفقت سلسلہ عظیمیہ کے افراد پر لازم ہے۔ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ کسی کو برا نہ کہو۔ اس لیے کہ آدمی خود سب سے برا ہے۔ مسلمان ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ دل میں ایمان داخل ہو۔ "

شاعری

حضور قلندر بابا اولیاؒ اس مادی دور کی تاریکیوں میں روشنی کا مینار اور مضطرب اور پریشان دلوں کے لیے سرچشمہ سکون و قرار تھے۔ وہ وقت زیادہ دور نہیں جب آپ کی تعلیمات اور ہدایات کا ایک بیش بہا خزانہ منظر عام پر آ جائے گا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے دانشور اور حکمت و فلسفہ کے داعی یہ دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جائیں گے کہ انہوں نے چاند ستاروں پر کمندیں ڈالنے کی سعی ناتمام میں وقت اور دولت کا بے دریغ ضیاع کیا مگر فطرت کے رازہائے سربستہ کے ایسے ماہر اعجاز کے فیض سے محروم رہے۔ جو ابھی کچھ عرصہ پہلے تک انہیں کے درمیان جسد خاکی کے روپ میں جلوہ فگن تھا اور جس کے در حکمت و ہدایت سے متلاشیان حق کو وہ سب کچھ مل سکتا تھا جس کی انہیں تلاش تھی۔ **آپکی تعلیمات کا بڑا حصہ آپ کی شاعری "رباعیات" ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاؒ اردو شاعری کی تاریخ میں اہم ترین اور واحد شخصیت ہیں جنہوں نے تصوف کو بیان کرنے کے لئے اردو کی مشکل ترین صنف رباعی کا استعمال کیا اور یہ کام اس خوبی سے کیا کہ وہ اردو شاعری کا شاہکار بن گیا۔**

فنی محاسن کے اعتبار سے رباعیات حضور قلندر بابا اولیاءؒ ہر اس معیار پر اترتی ہیں جو کہ اردو شاعری کو امتیاز بخشتا ہے۔ رباعیات کے موضوعات ان کی زبان مصرعوں کی ترتیب ان کی بحر ۔ الغرض ہر معیار پر یہ رباعیات منفرد اور معیاری ہیں اور بلاشبہ اپنے فنی محاسن کے سبب اردو ادب میں نمایاں مقام حاصل کرنے کے قابل ہیں۔ اس طرز کی صوفیانہ شاعری میں یہ خوبی حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔ حرف آخر کے طور پر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی ذات گرامی سے رباعیات اور شعر و شاعری کی صورت میں شراب عرفانی کا ایک ایسا چشمہ پھوٹ نکلا جس سے رہروان سلوک نشۂ توحیدی میں مست و بے خود ہونے کے لئے ہمیشہ سرشار ہوتے رہیں گے۔ اور شعر و سخن کو سمجھنے والے اپنی علمی و ادبی تشنگی دور کرتے رہیں گے۔ آنے والا وقت یقیناً اس بات کا شاہد ہوگا کہ یہ رباعیات اور شاعری جہاں اپنی فنی اور معنوی اعتبار سے کلاسیک کا درجہ رکھتی ہیں وہاں یہ چشمہ ہدایت اور کائناتی رازوں کی امین بھی ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی خواہش تھی کہ یہ کتاب باتصویر چھپے آپ نے اس کے لئے ملک کے مشہور مصور آذر روبی سے تمام رباعیات کی تصاویر تیار کروائیں جو کہ محسن صاحب سے گم ہو گئیں۔ بعد میں آپ نے اس سلسلہ میں دلچسپی نہ لی اور اس طرح آپکی حیات مبارکہ میں یہ کام پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکا اور آپ کی شاعری کی کتاب رباعیات آپ کے وصال کے بعد چھپی۔ میں نے سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے ایک ادنیٰ کارکن کی حیثیت سے ان رباعیات پر کام کا آغاز کیا تو میں نے یہ جانا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے رباعیات کہہ کر آیات قرآنی کو شعری صورت میں بیان کر دیا اور یہ رباعیات سوائے اللہ کی آواز کے کچھ بھی نہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ رباعیات کو باتصویر پیش کرنا چاہتے تھے تاکہ قاری اس کے حقیقی مفہوم سے آشنا ہو سکے۔ رباعیات کا یہ نیا زاویہ شاید اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے کہ ہم رباعیات میں پوشیدہ اللہ کے پیغام کو الہامی کتاب قرآن مجید کی رو سے سمجھ سکیں۔ **میرے لیے یہ امر افتخار حیات ہے کہ** زیر نظر کاوش کو آپ تک پہنچانے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی ہے۔